وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۶ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ جنوری ۲۰۲۲ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

اہل مدارس کے نام اہم خط	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	۳
وفاق المدارس سے وابستگی بہت بڑی سعادت ہے	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۶
مسئولین وفاق کے لیے اہم ہدایات	وفاق اعلامیہ	۱۳
تزکیہ واحسان: کارِ نبوت کا ایک اہم شعبہ	مولانا مفتی خالد محمود	۱۵
فتویٰ نویسی: عوام کے غیر محتاط اقوال میں اکابر کا طرز عمل	الشیخ مولانا بدر الحسن قاسمی	۲۲
دینی مدارس میں ترتیل کی مشق	مولانا محمد طلحہ بلال احمد منیار	۲۶
سائنسی تحقیق، عصری علوم اور دینی مدارس	جناب پروفیسر مبشر حسین رحمانی	۲۸
دینی مدارس......تعمیر اخلاق کے مراکز ہیں	مولانا عطاء اللہ عارف	۴۷
سعودی سفیر سے ملاقات	مولانا ڈاکٹر قاسم محمود	۵۳
سیالکوٹ واقعہ......ایک لمحہ فکریہ	مولانا عبدالقدوس محمدی	۵۵
اخبار الوفاق	ادارہ	۵۷
وفیات	ادارہ	۵۹
تبصرہ کتب	محمد احمد حافظ	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 30 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 360 روپے

اہل مدارس کے نام اہم خط

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد:

حضرات مہتممین واساتذہ مدارس دینیہ!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بندہ اس وقت وفاق المدارس العربیہ کے خادم کی حیثیت سے آپ حضرات سے مخاطب ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ حضرات کو اپنے اپنے مدارس میں دین اور علومِ دین کی خدمت کیلیے چُنا ہے، اور آپ نامساعد حالات کے باوجود جس اخلاص اور تن دہی سے یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں وہ قابلِ تشکر اور قابلِ مبارکباد ہے۔ البتہ تذکیر کے طور پر چند امور عرض کرنے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضائے کامل کے مطابق یہ خدمت انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

(۱)......مدارسِ دینیہ کی خدمت جہاں بہت بڑی نعمت اور باعثِ اجر ہے، وہاں یہ بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے، اور اس کے راستے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ان مشکلات کا خندہ پیشانی سے سامنا کرنے کے لیے جہاں اسبابِ ظاہرہ کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، وہاں اس سے زیادہ رجوع الی اللہ کا اہتمام ان مدارس کی روح ہے۔

۲)......مدارس کے انتظامی امور کے ساتھ طلبہ کو اس حقیقت کی بار بار تلقین ہونی چاہئے کہ علمِ دین اپنا کوئی دوسرا رقیب برداشت نہیں کرتا۔ حصولِ علم کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر علم ہی کے حوالے کرنا چاہئے۔ **العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک**، لہٰذا طلبہ اپنی پوری توجہ مطالعے، تکرار اور ہمہ تن متوجہ ہو کر سبق سننے اور سمجھنے کی طرف مرکوز رکھیں، اور جب تک کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آجائے، اس وقت تک ایک طالبِ علم کو چین نہیں آنا چاہئے۔ غیر ضروری ملاقاتیں، مجلس آرائیاں اور موبائل کا بے محابا استعمال طالبِ علم کے لیے زہر ہے۔ اس سے مکمل اجتناب کا نظم بنایا جائے۔ اساتذہ کرام بھی درحقیقت طالبِ علم ہی ہوتے ہیں، کیونکہ طلب العلم من المھد الی اللحد۔ لہٰذا یہ تمام

امورانکے لیےبھی ضروری ہیں۔

۳)......اساتذہ کرام کو چاہئے کہ وہ طلبہ کو اپنی روحانی اولاد سمجھ کرانکی تعلیم وتربیت محبت اور خلوص کے ساتھ کریں۔ جو کچھ پڑھارہے ہیں اسکا اور جس فن کی وہ کتاب ہے اُس کا بہ نظرِ غائر مطالعہ فرمائیں، اوراگر کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو یا کوئی اشکال ہو تو اسکے بارے میں دوسرے اساتذہ سے پوچھنے میں کوئی عار محسوس نہ فرمائیں، اور مطالعہ اتنا مکمل ہو کہ اس کے تمام گوشے ذہن نشین ہوچکے ہوں۔ نیز مطالعے ہی کے وقت اس پر بھی غور کیا جائے کہ یہ بات طلبہ کو کتنی اور کس انداز سے سمجھائی جائے کہ وہ انکی ذہنی استعداد کے مطابق ہو۔حتی الامکان مشکل مسائل کو بھی آسان کرکے سمجھانے کی کوشش کریں، اور مختلف طلبہ سے سوال کرکے یہ اطمینان کرلیں کہ وہ بات پوری طرح سمجھ گئے ہیں۔اپنے ذاتی علم کے لیےفن کی شروح اور دیگر کتب کو بھی مطالعے میں رکھیں۔ چاہے اُس خاص سبق میں وہ بیان کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

۴)......صرف ونحو کی تمرین اور اجراء پر کتاب حل کرنے سے زیادہ زور دیں، اور طالبِ علم کے عبارت پڑھتے وقت اسکی ہر غلطی پر ٹوک کر قواعد کی روشنی میں اسی سے صحیح کروانے کی کوشش کی جائے۔

۵)......طلبہ کو مطالعے کے دوران عربی حواشی یا عربی شروح سے استفادے کی عادت ڈالیں۔اردو شروح وحواشی کی اتنی ہمت شکنی کی جائے کہ طلبہ اس کو ایک بدنامی کی وجہ سمجھیں۔آجکل اردو شرح اور تقاریر نے طلبہ کے اصل مآخذ تک پہنچنے کی استعداد بہت کمزور کررکھی ہے اس لیے عربی کتب کی مراجعت کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔

۶)......تعلیم کے ساتھ طلبہ کی دینی اور اخلاقی تربیت کو اپنا فرض سمجھیں، ان کو نماز باجماعت تکبیرہ اولی کے ساتھ ادا کرنے پر زور دیں اور جہاں غفلت ہو، اس پر مناسب فہمائش اور داروگیر کی جائے۔

۷)......طلبہ کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ چلتے پھرتے کوئی نہ کوئی ذکر انکی زبان پر رہے اور اس کے لیے خود اساتذہ و مہتممین اس پر عمل فرما کر ایک مثال طلبہ کے سامنے پیش کریں۔ خاص طور پر تیسرے کلمے اور درود شریف کی کثرت کی جائے۔

۸)......ہماری تعلیم اور تربیت کا سرچشمہ اس دور میں اکابر علماء دیوبند کی تعلیمات اور اُن کا اسوہ حسنہ ہے جس سے طلبہ میں تزکیہ نفس کا اہتمام پیدا ہوتا ہے۔لہٰذا مدرسے میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ اکابر علمائے دیوبند کی سوانح یا ملفوظات کسی متعین وقت (مثلاً فجر یا عصر کے بعد) اجتماعی طور پر پڑھے جائیں، خواہ دس منٹ کے لیے ہوں۔ بالخصوص مندرجہ ذیل کتب بالترتیب:

☆......آپ بیتی: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

☆......سوانحِ قاسمی: مؤلفہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

☆......تذکرۃ الرشید: حضرت گنگوہیؒ کی سوانح مؤلفہ مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

☆......حیات شیخ الہند: مؤلفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

☆......اشرف السوانح: حضرت تھانویؒ کی سوانح مؤلفہ خواجہ مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ

☆......تذکرۃ الخلیل: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی سوانح

☆......نقشِ حیات از شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

☆......معارفِ مدنی: شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد رحمہ اللہ کی علمی وتزکیتی سوانح مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆......تجلیات عثمانی: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کا تذکرہ۔ ازمولانا انوار الحسن شیرکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

☆......مجالسِ حکیم الامۃؒ: از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

☆......اکابر علمائے دیوبند کے خطبات مثلاً خطبات حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ان کتابوں کے طویل ہونے کی وجہ سے اگر اجتماعی طور پر ان کا استیعاب مشکل ہو، تو کم از کم ان کے اصلاحی منتخبات کوئی استاذ بیان فرمادیں، اور طلبہ کو انکے مطالعے کی ترغیب دیں، اور اس غرض کے لیے کسی مدرسے کا کتب خانہ ان کتب کے متعدد نسخوں سے خالی نہ رہے۔

۹)......مدرسے میں اتباع سنت کا خصوصی اہتمام کیا جائے، عبادات کے علاوہ صفائی ستھرائی، خوش اخلاقی، جھگڑوں سے اجتناب، تواضع، حلم وبردباری، استغناء اور خودداری، ہمدردی وخیر خواہی جو اعلیٰ درجے کی سنتیں ہیں ان کی اہمیت طلبہ کے ذہن نشین کی جائے اور اس سلسلے میں انکی غلطی پر متنبہ کیا جائے۔

۱۰)......نظم وضبط بھی دین اور سنت کا اہم مطالبہ ہے، لہٰذا ہر موقع پر طلبہ کو ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل دینے سے ہر قدم پر روکا جائے اور نماز کے علاوہ بھی صف بندی کی مشق کرائی جائے۔

۱۱)......اسلامی معاشرت کے اس بنیادی اصول کو انکی طبعی اصول بنانے کی خاص کوشش کی جائے کہ: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' اور اسکی خلاف ورزی کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

۱۲)......طلبہ کے ذہن میں اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت پیوست کی جائے، اور یہ بات ذہن نشین کرائی جائے کہ اہل اللہ کی صحبت کے بغیر عموماً انسان سچا مسلمان نہیں بن سکتا۔

وفاق المدارس سے وابستگی بہت بڑی سعادت ہے

خطاب: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بموقع اجلاس مسئولین جنوبی پنجاب، بمقام مرکزی دفتر وفاق ملتان

بتاریخ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/۱۲ دسمبر ۲۰۲۱ء

ضبط وترتیب: جناب سیف اللہ نوید

نحمده و نصلي علىٰ رسوله الكريم اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم، تعاونوا على البر والتقوىٰ وقال الله و تبارك و تعالىٰ وامرهم شورىٰ بينهم صدق الله العظيم۔

قابل صد احترام حضرات علماء کرام، مسئولین وفاق المدارس جنوبی پنجاب!

سب سے پہلے میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ اپنی تدریسی، انتظامی اور دعوتی وتبلیغی مصروفیات کے باوجود مختصر اطلاع پر دفتر وفاق المدارس ملتان تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق دارین میں اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے۔ آپ حضرات کی تجاویز وآراء بھی آئیں اور مجھ سے پہلے جنوبی پنجاب کے معاون ناظم حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب مدظلہم نے آپ حضرات کی ذمہ داریوں کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ میں چند بنیادی باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وفاق المدارس ہمارے اکابر کے اخلاص کی علامت ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وفاق المدارس کی نعمت عطاء فرمائی، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں دیوبند کے فیض یافتہ حضرات نے مدارس قائم نہ کئے ہوں۔ اس کے باوجود کہ دنیا کے مختلف ممالک میں بڑی تعداد میں مدارس موجود ہیں لیکن وہاں ایسا منظم وفاق المدارس نہیں ہے۔ یہ انعام اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عطا فرمایا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا میں مدارس ہیں لیکن وفاق المدارس نہیں ہے۔

ہمارے اکابر نے تریسٹھ سال پہلے جس اخلاص کے ساتھ اس کی بنیاد رکھی یہ اس کی برکات ہیں، جو آپ کے سامنے ہیں۔ تو ہمیں اس وفاق کی قدر کرنی چاہیے، اس وفاق کو مضبوط کرنا چاہیے، اس کو مستحکم کرنا چاہیے۔ ہمیں اس

نعمت کی ناقدری، ناشکری نہیں بلکہ ہر وقت اس پر شکر ادا کرنا چاہیے۔وفاق المدارس کے کسی بھی شعبہ خدمت سے وابستگی ہو، اس وابستگی کو بھی ہمیں اپنے لیے سعادت سمجھنا چاہیے، بہت بڑا اعزاز سمجھنا چاہیے۔ میں نے ایک مرتبہ ''وفاق'' کی ذمہ داری سے استعفیٰ دیا تو مجھے حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (سابق خازن وفاق) نے فرمایا کہ مولانا آپ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں، فرمایا آپ اس پر نہیں سوچتے کہ ''وفاق'' میں جو مدارس شامل ہیں، ان میں جو زیر تعلیم طلبہ ہیں ان سب کا ثواب آپ کو مل رہا ہے۔ آپ خود کو اس ثواب سے محروم کرنا چاہتے ہیں؟ اِس وقت وفاق کے ساتھ 23 ہزار مدارس ملحق ہیں جن میں 30 لاکھ طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں، فرمایا کہ جو شخص وفاق کی کسی خدمت سے وابستہ ہو، خواہ وہ دفتر وفاق کا ملازم ہو، خواہ وہ مسئول ہو، خواہ وہ معاون ناظم ہو، ناظم ہو، رکن مجلس عاملہ ہو، کسی کمیٹی کا رکن ہو، ناظم اعلیٰ ہو یا صدر وفاق ہو، تمام مدارس میں صبح شام جو قرآن وحدیث پڑھایا جا رہا ہے اس کو وہ ثواب مل رہا ہے..... پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ..... جب انسان اپنے مرکز سے منسلک رہتا ہے تو اجتماعی فائدہ ہوتا ہے۔ ہم سب کو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں اتنے عظیم ادارے کے ساتھ عملی وابستگی عطاء فرمائی ہے۔ اس کو ہمیں اپنی سعادت سمجھنا چاہیے، اعزاز سمجھنا چاہیے اور ہمیں اس کی اہمیت کا خوب احساس ہونا چاہیے۔

وفاق المدارس کے تنظیمی ڈھانچے میں دوررَس تبدیلیاں:

دوسری بات یہ عرض کرنی تھی کہ ہم نے اس سال مجلس عاملہ میں مسئولین کے حوالے سے اصولی طور پر چند باتیں طے کی تھیں، وہ یہ تھیں کہ ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہر ضلع میں ہم ایک سے زائد مسئول مقرر کریں۔ ہمارا خیال تھا کہ ایک مسئول کتب بنین کا ہو، وہ ایسا شخص ہو کہ جو کتب بنین کا مدرس، شیخ الحدیث، ناظم تعلیمات یا مہتمم ہو۔ دوسرا مسئول کتب بنات کے لیے ہو۔ ایسا فرد جس کا بنات کا اپنا مدرسہ ہو۔ اس کو مدارس بنات کے معاملات، مشکلات اور ضروریات کا ادراک ہو اور کوئی محرم خاتون ایسی ہوگی جس کے ذریعے وہ بنات کے مدرسہ کا نظام چلاتے ہوں گے اس کو مدارس بنات کے معاملات کو دیکھنے میں آسانی ہوگی۔ تیسرا مسئول درجہ حفظ کا ہو۔ کیونکہ حفظ کا نظام بالکل الگ ہے۔ ایسے فرد کو مسئول حفظ بنائیں جو حفظ کی تدریس کر چکا ہو یا بالفعل تدریس کر رہا ہو اس لیے کہ جو حفظ کی تدریس سے وابستہ ہوگا وہ احسن انداز میں حفظ کے نظم کو چلا سکے گا۔ اس کے بعد اگر ضرورت پڑے تو ضلع میں الگ کوآرڈی نیٹر بھی مقرر کریں تاکہ سرکاری دفاتر، اداروں، ایجنسیوں کے ساتھ جو معاملات ہیں یہ بالکل الگ چیز ہے، ان لوگوں کا مزاج الگ ہوتا ہے۔ اس کے لیے الگ وقت بھی درکار ہوتا ہے تو ان سے رابطہ کے لیے ایک ذمہ

دار کو بطور کوآرڈی نیٹر مقرر کریں، جو سرکاری اور دفتری معاملات کو نمٹائے اور مدارس کی مشکلات کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ یہ اصولی طور پر تھا کہ ہر ضلع میں اس طرح تقرر کریں گے۔

دوسرا یہ کہ ''وفاق'' سے ملحق مدارس کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ طلبہ وطالبات کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اس وجہ سے کسی ایک پر بوجھ نہ پڑے۔ اسی طرح شکایات اور مسائل میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ کچھ اندرونی مشکلات اور مسائل ہیں اور کچھ خارجی ہیں۔ مثلاً پہلے یہ شکایات کم ہوتی تھیں کہ مقطوع اللحیہ، پرائیویٹ، متبادل کی شرکت، طلبہ کی طرف سے نگران عملہ کی بے ادبی وگستاخی، امتحان میں نقل کا رجحان، نگران عملہ وممتحنین حفظ کا غیر تربیت یافتہ ہونا، غیر معیاری امتحان لینا یا غیر ذمہ داری کے ساتھ امتحان لینا وغیرہ، اب ان شکایات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تو ایک آدمی پر اس کا بوجھ نہ پڑے کیونکہ مسئولین کی اپنے اداروں کے حوالے سے بھی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اس لیے یہ بوجھ تقسیم ہو جائے تاکہ کام میں بہتری آئے۔

پھر یہ کہ جب ہم ایک ضلع میں تین یا چار حضرات مقرر کریں گے تو وہاں ایک مجلس شوریٰ بن جائے گی اور وہ باہمی مشاورت سے نظم چلائیں گے۔ بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو اکیلا آدمی نہیں کر سکتا تو وہ مل کر کر لیں گے۔ مزید یہ کہ آئندہ کے لیے افراد بھی تیار ہو جائیں گے۔ قدیم حضرات کا تجربہ اور جدید کا جذبہ مل کر ''وفاق'' کی ترقی اور مضبوطی کا ذریعہ بنے گا۔ اگرچہ بعض اضلاع میں ابھی ایک مسئول ہے تاہم مذکورہ ترتیب کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا ہے۔

تقسیم کے ذریعے جن قدیم مسئولین کی ذمہ داریوں میں ہم نے کمی کی ہے ان کا بوجھ کم ہو گیا ہے۔ اگر کسی سے کوئی شعبہ ہم نے لے لیا ہے تو فطری طور پر اس کی طبیعت پر اثر ہو گا کہ میرے اختیارات محدود کر دیے گئے، میرے اقتدار کو کم کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ اقتدار اور اختیار نہیں بلکہ خدمت ہے ہمیں اس جذبے سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ان حضرات کو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میرا بوجھ ہلکا ہو گیا اور مجھے ایک یا دو معاون اور مشیر مل گئے۔ میں ان سے مشورہ اور تعاون لے کر کام کو بہتر کر سکوں گا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ تقسیم صرف مسئولین کے کام میں نہیں ہوئی بلکہ ''وفاق'' کی دیگر ذمہ داریوں میں بھی اس طرح تقسیم ہوئی ہے۔ مثلاً پہلے ایک نائب صدر ہوتا تھا، پھر دو ہوئے اور اب نئے دستور کے مطابق چار ہیں۔ اسی طرح ناظم اعلیٰ پہلے اکیلا ہوتا تھا اب ایک عرصہ سے چار ناظمین کام کر رہے ہیں ہر صوبہ میں ایک ناظم ہے تو گویا کہ ناظم اعلیٰ کے فرائض واختیارات میں کچھ ان پر تقسیم ہو گئے۔ اب ایک نائب ناظم اعلیٰ بھی ہو گا۔ گزشتہ دورانیہ میں ہر صوبائی ناظم کے ساتھ ایک معاون ناظم تھا اب ہر صوبائی ناظم کے تحت چار علاقائی معاون ناظم بھی ہیں۔ کیونکہ کام بہت بڑھ گیا ہے، اپنے اپنے اداروں کی ذمہ داریاں بھی ہیں تو ہم نے کام تقسیم کر دیا۔ دو دو تین تین ڈویژن پر

ایک علاقائی معاون ناظم کا تقرر کیا ہے۔ پہلے وفاق کا ناظم مالیات (خازن) ہوتا تھا۔لیکن اب مالیات کے نظام کے لیے ایک پوری مالیاتی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔کام بڑھنے کی وجہ سے اور ہر شعبہ کے کام میں بہتری لانے کے لیے ذمہ داریوں کو تقسیم کیا گیا کسی کے دل پر بوجھ نہیں آنا چاہیے کیونکہ یہ ایک نظام کا حصہ ہے۔

وفاق کے نظام میں مسئولین کا کردار کلیدی اور جوہری ہے:

ہمارے اس نظام میں سب سے زیادہ اہم آپ حضرات کا کردار ہے۔ بنیادی، کلیدی، جوہری اور اساسی کردار آپ کا ہے۔مدرسوں کے ساتھ میرا وہ تعلق نہیں جو آپ کا تعلق ہے۔مدارس کے ساتھ مسئولین کا عملی رابطہ اور تعلق تمام عہدیداروں سے زیادہ ہے، ہمارا رابطہ اور تعلق آپ کے ذریعے ہوگا۔نیز ''وفاق'' کی مضبوطی اور استحکام کا مدار آپ پر ہے۔اسی طرح وفاق کی نیک نامی بھی آپ کے ساتھ وابستہ ہے۔آپ کی معمولی غلطی وفاق کی بدنامی کا باعث ہوسکتی ہے اور آپ کی اچھی کارکردگی وفاق کی نیک نامی کا باعث ہوگی۔آپ کا اپنے علاقہ کے ہر مدرسہ کے ساتھ قریبی تعلق اور رابطہ ہے۔مسئولین کا کردار ہماری نظر میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ آپ کے پاس اپنے علاقہ کے تمام ملحقہ مدارس کی فہرست ہونی چاہیے۔جب اس فہرست میں کوئی کمی بیشی ہوتو دفتر سے اس کی اصلاح کروائیں اور ریکارڈ اپ ڈیٹ کروائیں۔یہ کوائف بھی آپ کے ذریعے تازہ ہوں گے۔اپنے علاقہ مسئولیت کے تمام مدارس کا دورہ کریں۔حسب سہولت تین ماہ بعد کچھ وقت نکال کر معائنہ کریں۔حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور احقر، ہم نے پورے پنجاب کے مدارس کا دورہ کیا تھا۔فجر کے وقت نکلتے تھے اور رات گیارہ بجے تک سفر کرتے تھے۔آپ حضرات بھی ہر چھوٹے بڑے مدرسہ کا معائنہ کریں اور ہر مدرسہ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ بھیجیں۔کوشش کریں کہ پہلا مرحلہ رجب تک مکمل کرلیں۔جہاں دو تین مسئولین ہیں باہمی مشاورت سے کرلیں۔جہاں تک اخراجات کی بات ہے تو وفاق آپ کا ادارہ ہے، وفاق کے کام کے لیے جہاں آپ جائیں گے تو وفاق اخراجات ادا کرے گا لیکن اس میں جتنا ہوسکے قناعت اختیار کریں۔بل کے ساتھ ثبوت لف کریں اس حوالے سے تمام مسئولین کو دفتر وفاق سے ہدایات بھیجی جائیں گی۔

وفاق سب کا ہے، چاہے کسی کا تعلق چھوٹی جماعت سے ہو یا بڑی جماعت سے:

ہم نے مسئولین کا جو تقرر کیا ہے بعض حضرات اس حوالے سے رابطہ کررہے ہیں کہ فلاں صاحب ہمیں قبول نہیں ،فلاں کا رویہ ٹھیک نہیں وغیرہ۔بعض نے مدارس کے دستخط کروا کر بھیجے ہیں اور اس حوالے سے مختلف وفود نے بھی مجھ

سے ملاقاتیں کی ہیں۔میں نے کہا کہ آپ کو ہمارے مسئول سے کیا شکایات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ غیر مناسب رویہ، تعصب اور متکبرانہ مزاج ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ بعض اہل خیر کو منع کرتے ہیں کہ اس مدرسہ کا تعلق فلاں جماعت سے ہے ان کو چندہ نہ دیں وغیرہ۔

میں نے کہا کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ شکایت درست ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ یہ شکایتیں مسئولیت سے پہلے کی ہیں ہم نے مسئول اب بنایا ہے۔اب اگر مسئولیت کے بعد بھی یہ روش رہی تو ہم ان شاء اللہ تبدیل کردیں گے۔لیکن ایک مسئول نے ابھی کام شروع ہی نہیں کیا اور ہم کہیں کہ آپ کے خلاف شکایتیں ملی ہیں ہم آپ کو ہٹارہے ہیں تو وہ کہے گا کہ میرے کام کا آغاز نہیں ہوا اور آپ مجھے ہٹارہے ہیں۔ یہ بات عدل وانصاف کے منافی ہے۔تو میں آپ سب حضرات سے گزارش کررہا ہوں کہ پہلے آپ اپنے مدرسہ کے خادم تھے اب آپ وفاق سے ملحق تمام مدارس کے خادم ہیں اب آپ کا رویہ مختلف ہونا چاہیے۔آپ تمام چھوٹے بڑے مدارس کو ایک نظر سے دیکھیں۔عنداللہ بھی آپ کی مسئولیت ہے۔آپ کی ذہنی وابستگی چاہے کسی بھی جماعت سے ہو، اتنا ہی احترام دوسری جماعت کے مدرسہ والوں کو بھی دیں کیونکہ وفاق میں ہم سب ایک ہیں۔نیز آپ نجی محفل میں بھی کوئی ایسا تبصرہ نہ کریں جو آپ کے فرض منصبی کے شایان شان نہ ہو۔ وہ صرف آپ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہمارے لیے بھی مسائل اور مشکلات پیدا کرے گا۔اس لیے سب حضرات کو یکساں عزت واحترام دیں، وفاق سب کا ہے، چاہے کسی کا تعلق چھوٹی جماعت سے ہو یا بڑی جماعت سے ہو، چاہے کوئی حفظ کا مدرسہ ہو یا دورہ حدیث کا ہو۔آپ ہمارے اعضاء ہیں اور مدارس آپ کے اعضاء ہیں۔میری درخواست ہے کہ آپ ان کو محبت دیں، پیار دیں اور سرپرستی دیں۔

یہ آپ کا بڑا پن ہوگا کہ کسی کے بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ فلاں میری مخالفت کررہا ہے اس کے باوجود آپ خود اس سے رابطہ کریں، آپ اس سے ملیں اور اس سے کہیں کہ اب میری ذمہ داری پہلے سے مختلف ہے اب آپ کو مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہوگا کوئی شکایت نہیں ہوگی، اس سے آپ کا قد بڑھے گا آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا۔

اپنے علاقے کے مدارس کو جوڑنا ہے، توڑ پیدا نہیں ہونے دینا:

آپ صرف امتحانات کے مسئول نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے علاقہ میں ''وفاق'' کے پورے نظم کے ذمہ دار اور مسئول ہیں۔آپ نے تمام مدارس کو مسئول وفاق کی نظر سے سب کو برابر دیکھنا ہے۔وفاق قائم ہوا تھا مدارس میں وحدت پیدا کرنے کے لیے، تو آپ کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے علاقے کے مدارس کو جوڑنا ہے، توڑ پیدا نہیں ہونے دینا۔حتی الوسع اس کی کوشش کریں کہ مدارس میں باہمی ربط، وحدت، اتحاد واتفاق اور پیار ومحبت میں اضافہ ہو۔اس سے وفاق مضبوط ہوگا اور حکومتی اداروں کی طرف سے آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرسکے گا۔ہم آپ کے

ذریعے مضبوط ہوں گے ہماری مضبوطی اور کمزوری آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جتنا آپ مدارس کو مطمئن کریں گے اتنا ہم مضبوط ہوں گے۔

بد قسمتی سے ہمارے ملک کی صورت حال یہ ہے کہ جن اداروں نے ملک کو مضبوط کرنا تھا وہی ملک کو کمزور کر رہے ہیں اور الزام دین دار طبقہ پر آتا ہے۔ پہلے صرف حکومت کی طرف سے مشکلات ہوتی تھیں اب حکومت کو چلانے والوں اور عالمی اداروں کی طرف سے بھی مشکلات درپیش ہیں۔ان سب چیزوں پر بھی آپ کی نظر ہونی چاہیے۔پھر ہمارے اپنے لوگوں کو بھی ہمارے سامنے کھڑا کر دیا گیا ہے۔ان کا مقصد وفاق کو کمزور کرنا ہے، مدرسہ کو کمزور کرنا ہے تا کہ مدرسوں پر اپنا کنٹرول حاصل کر سکیں۔ جو نئے بورڈ بنائے گئے ہیں ان سے پہلے لکھوایا گیا ہے کہ وزارت تعلیم جو فیصلہ کرے گی آپ اس کو ماننے کے پابند ہوں گے۔جس ملک کی جنرل تعلیم غیروں کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو بھی دراصل انہیں کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔یہی وہ چیز ہے جس کو وفاق نے تسلیم نہیں کیا۔

ہم یہ داغ لے کر نہیں مرنا چاہتے کہ اکابر کی امانت کی حفاظت نہیں کر سکے:

چند روز قبل اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا اجلاس ہوا۔ ہم نے طے کیا کہ ہم اپنے موقف پر قائم رہیں گے۔آزمائشیں آتی ہیں تو آتی رہیں ہم ان آزمائشوں کا مقابلہ کریں گے۔ہم یہ داغ لے کر نہیں مرنا چاہتے کہ اکابر کی امانت کی حفاظت نہیں کی......ہم مدارس کی آزادی پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے...... یہ دباؤ ہم پر آتے ہیں لیکن ہم مدارس کی آزادی، خودمختاری اور خودداری کے تحفظ کے لیے کھڑے ہیں۔

ہمارے اپنے لوگوں نے ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا، ہمیں اس کا دکھ اور افسوس ہے مگر ہمیں یقین ہے کہ آپ ہی کامیاب اور سرخرو ہوں گے۔ان حالات میں مدارس کے ساتھ رابطہ، جوڑ، تعلق، محبت نہایت ضروری ہے۔کوئی ایسا مدرسہ جو ''وفاق'' سے ملحق نہیں ہے آپ اس کو ترغیب دے کر ''وفاق'' میں شامل کریں۔اگر کوئی مدرسہ احساس محرومی کا شکار ہے تو اسے حوصلہ دیں، تسلی دیں۔

البتہ نئے بورڈوں کے ساتھ جو الحاق کرے گا اس کے بارے میں وفاق کا واضح فیصلہ ہے کہ وفاق اس کا الحاق ختم کرے گا۔ دو کشتیوں پر سوار نہ ہوں۔اگر کوئی ایسا مدرسہ ہو تو سب سے پہلے آپ اس سے رابطہ کریں اور اس کے ذہن میں اگر کوئی غلط فہمی ''وفاق'' کے بارے میں ہو تو اسے دور کریں اور اس کو ترغیب دیں۔حتی الامکان کوشش کریں کہ اس کا گلہ دور کریں۔تاہم پھر بھی اگر نہ مانے تو ''وفاق'' کو رپورٹ پیش کریں۔

نئے مدارس کے الحاق کے لیے جب آپ معائنہ کرتے ہیں تو اس کے لیے پہلے یہ ترتیب تھی کہ مسئول کی

رپورٹ کے بعد الحاق فارم صوبائی ناظم کے پاس جاتا تھا۔ دفتر کی طرف سے یہ رائے ہے کہ اس سے مدارس کو مشکلات ہیں۔اب یہ ترتیب اختیار کی جائے کہ آپ اپنے معائنہ ورپورٹ کے بعد الحاق فارم دفتر وفاق کو بھجوائیں اور دفتر وفاق متعلقہ ناظم یا معاون ناظم کو بھیجے گا۔

اب ہم نے وفاق کو نچلی سطح تک فعال کرنا ہے۔آپ اپنے اضلاع میں وقتاً فوقتاً اجتماع کریں۔اپنے ضلع یا تحصیل سطح پر ایک مشاورت کمیٹی بنالیں۔اس کے علاوہ تمام مسئولین کا رابطہ اپنے علاقائی معاون ناظم کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یہ ایک نظم ہے۔آپ کو کوئی شکایت یا مسئلہ درپیش ہوتو آپ ابتدا میں صدر یا ناظم اعلیٰ کے ساتھ رابطہ نہ کریں۔شروع میں آپ اپنے علاقائی معاون ناظم سے رابطہ کریں آپ کا مسئلہ یہیں سے حل ہوجائے گا ان شاء اللہ۔آپ مدارس کے مسائل حل کریں، اگر ضرورت ہوتو مسئول، علاقائی معاون ناظم سے رابطہ کریں اور اگر وہ ضروری سمجھیں تو ناظم یا ناظم اعلیٰ سے رابطہ کریں۔

اپنے علاقے کے ہم خیال وکلاء سے رابطہ رکھیں:

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آپ اپنے علاقہ میں ہم خیال وکلاء سے رابطہ کریں تاکہ قانونی معاونت کے لیے بوقت ضرورت ان کی خدمات حاصل کی جاسکیں۔آنے والا دور مشکلات کا ہے ہمیں وکلاء کی خدمات کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ضلع،صوبہ اور ملک کی سطح پر ہمیں یہ کرنا ہوگا۔اپنے علاقہ میں میڈیا کے افراد سے رابطہ، انتظامیہ سے رابطہ، سرکاری اہلکاروں سے رابطہ بھی ضروری ہے۔حکومت کے ساتھ جو معاہدے ہوئے ہیں ان کی نقل آپ کے پاس ہونی چاہیے۔

وفاق المدارس کے ساتھ خط کتابت کی مکمل فائل تیار کریں:

آپ ''وفاق'' کے ساتھ جو خط وکتابت کریں آپ کے پاس عنوانات کے لحاظ سے اس کی فائل ہونی چاہیے۔آپ ہمیں جو خط لکھتے ہیں یا کوئی مدرسہ آپ کو تحریری شکایت بھیجتا ہے اس کی نقل آپ کے پاس ہونی چاہیے۔نیز آپ کا ایک بہت بڑا کام ''وفاق'' کے فیصلے مدارس تک پہنچانا اور ان پر مدارس سے عملدرآمد کروانا ہے۔ماہنامہ وفاق میں فیصلوں کی تشہیر ہوتی ہے اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ہماری دعاء ہے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں میں زیادہ سے زیادہ سرخرو ہوجائیں اور یہ سلسلہ چلتا رہے۔تاہم سب حضرات اپنی کارکردگی کو بہتر سے بہترین کرنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری عطاء فرمائی ہے اپنی اس ذمہ داری کے ساتھ پورا پورا انصاف کریں۔☆☆☆

مسئولین وفاق کے لیے اہم ہدایات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ کے خطاب سے مستفاد

بموقع اجلاس مسئولین جنوبی پنجاب، بتاریخ: ۷/ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ/۱۲/دسمبر ۲۰۲۱ء

مرکزی دفتر وفاق ملتان میں مسئولین جنوبی پنجاب کے اجلاس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم کا خطاب اہم نکات پر مشتمل تھا۔ خصوصاً اس تناظر میں جبکہ وفاق المدارس کے مسئولین کی نئی تقرریاں ہوئی ہیں۔ یہ خطاب گویا مسئولین وفاق کے لیے اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں روڈ میپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس اہم خطاب کے اہم حصوں کو نکتہ وار پیش کیا جارہا ہے۔

☆......وفاق المدارس کے کسی بھی شعبہ میں خدمت کی توفیق ملنا اللہ ربّ العزت کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی ناقدری اور ناشکری نہیں کرنی بلکہ فضائل کے استحضار کے ساتھ خدمت کرنی ہے۔

☆......وفاق المدارس العربیہ پاکستان اللہ ربّ العزت کی ایسی نعمت ہے جو بہت سی دینی خدمات کا ذریعہ ہے، اس کے استحکام، مضبوطی اور بہتری کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔

☆......مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا ہے کہ حفظ، کتب اور بنین و بنات کے الگ الگ مسئولین اور کوآرڈینیٹر مقرر کیے جائیں تاکہ ہر ضلع میں وفاق المدارس کے ذمہ داروں کی مجلس شوریٰ اور ٹیم بن جائے جو باہمی مشاورت اور معاونت سے کام کرے اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ ہر ممکن تعاون کا اہتمام کرنا ہے اور ایک دوسرے کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔

☆......وفاق المدارس کی مسؤلیت اقتدار و اختیار کا معاملہ نہیں بلکہ ذمہ داری اور خدمت ہے اس لیے اسے ایک خدمت اور ذمہ داری سمجھ کر سرانجام دیں۔

☆......مسئولین کا کردار سب سے اہم، بنیادی، کلیدی اور اساسی ہے۔ مسئولین بنیاد کا پتھر ہوتے ہیں اس لیے مسئولین کا رابطہ مدارس سے جتنا مضبوط ہوگا، کام جتنا مستحکم ہوگا وفاق المدارس کے نظام، معیار اور استحکام میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔

☆......مسئولین کے پاس ہر علاقے کے مدارس اور ان کے جملہ کوائف کی فہرست ہونی چاہیے، مدارس کی تعداد میں کوئی کمی بیشی ہو یا کوائف میں کوئی تبدیلی ہو تو اپنی فہرست کو اپ ڈیٹ کریں۔

☆......اپنے علاقے کے مدارس کا ماہانہ یا سہ ماہی بنیادوں پر دورہ کریں، مدارس کے حالت سے باخبر رہیں، ان کی رپورٹ دفتر وفاق کو ارسال کریں۔

☆...... پہلے آپ اپنے مدرسہ کے خادم تھے اب وفاق المدارس سے ملحق تمام مدارس کے خادم ہیں اس لیے سب کے ساتھ مساوی اور اپنائیت والا برتاؤ کریں۔

☆...... تنظیمی، جماعتی، لسانی یا کسی قسم کی تفریق کا مظاہرہ ہرگز نہ کریں، آپ کی ذمہ داری جیسے بڑی ہے ایسے ہی بڑے ظرف کا مظاہرہ کریں اور خدانخواستہ کوئی مخالفت بھی کرے تو بھی آپ بڑے پن کا مظاہرہ کریں۔

☆......آپ صرف امتحانات کے مسئول نہیں بلکہ اپنے علاقے میں وفاق المدارس کے پورے نظام کے مسئول ہیں۔

☆......آپ کی پہلی ذمہ داری مدارس میں جوڑ، وحدت اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنا، مدارس کی مشکلات پر نظر رکھنا اور ان کے حل کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنا ہے۔

☆...... نئے مدارس کے الحاق کے لیے رپورٹ دفتر وفاق کو بھیجنی ہے، دفتر وفاق متعلقہ ناظم کو رپورٹ بھجوائے گا اور مزید کارروائی مکمل کی جائے گی۔

☆......وفاق المدارس کو اب نچلی سطح تک منظّم کرنا ہے اس لیے علاقائی سطح پر مشاورتی کمیٹی بنائیں، اجتماعات اور اجلاس رکھیں۔

☆......اگر کوئی مسئلہ ہو تو پہلے علاقائی معاون ناظم پھر ناظم اور پھر ناظم اعلیٰ اور مرکزی قیادت سے رابطہ کریں۔

☆......اپنے علاقے میں وکلاء سے رابطہ کریں اور وکلاء کا ایک پینل بنائیں جو مدارس کی مشکلات اور قانونی مسائل میں مدد کرے اپنے علاقے میں میڈیا سے رابطہ رکھیں، مختلف طبقات کو مدارس کے دورے کروائیں۔

☆......دفتر وفاق المدارس کے ساتھ جو خط و کتابت ہو اسے الگ الگ عنوانات سے محفوظ رکھیں، دستاویزات اور کاغذات فائلوں کی ترتیب سے مرتب کر کے رکھیں۔

☆...... ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں وفاق المدارس العربیہ کی پالیسی اور فیصلوں کی تشہیر ہوتی ہے، اس لیے خود بھی ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کا مطالعہ کریں اور دیگر مدارس کو بھی اس کا پابند بنائیں۔

☆......☆......☆

تزکیہ واحسان......کارِنبوت کا ایک اہم شعبہ

(قسط:۱)

مولانا مفتی خالد محمود صاحب
مدیر اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ

جب ہم شریعتِ اسلامی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، احوال، ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عمیق نظروں سے جائزہ لیتے اور اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات ہمیں دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہیں:

۱:...آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وہ تعلیمات ہیں جن کا تعلق صرف ظاہری اعضاء وجوارح، اعضائے انسانی کے افعال وحرکات اور اُمورِ محسوسہ سے ہے، جیسے قیام، تلاوت، رُکوع، سجود، تسبیح، دعوت، جہاد، آداب، معاملات اور معاشرت وغیرہ، اور یہی حصہ دین کا اصل قالب اور اسلام کا عملی نظام ہے۔

۲:...جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا دُوسرا حصہ وہ ہے جس کا تعلق باطنی کیفیات سے ہے، جن کو ہم اِخلاص واحتساب، صبر وتوکل، زُہد واِستغناء، ایثار وسخاوت، رُوحانی کیفیات اور ایمانی وقلبی فضائل وصفات سے تعبیر کرسکتے ہیں، اور یہ باطنی کیفیات ان ظاہری اعمال کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر جگہ خواہ قیام وقعود ہو یا رُکوع وسجود، خانگی معاملات ہوں یا دعوت وتذکیر کے حالات، گھر کا ماحول ہو یا میدانِ جہاد، یہ باطنی کیفیات اور قلبی صفات ہر جگہ نظر آتی ہیں، اور ان باطنی کیفیات کی ظاہری اعمال میں وہی حیثیت ہے جو جسمِ انسانی کے لئے رُوح کی اور ظاہری ڈھانچے کے مقابلے میں دِل کی۔

اس لئے وہ علم جو حصہ اوّل کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اسے فقہِ ظاہر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ علم جو دُوسرے حصے کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اسے بجا طور پر فقہِ باطن کہا جاتا ہے۔

انہی باطنی کیفیات کو قرآنِ کریم میں ’’وَیُزَکِّیْھِمْ‘‘ اور احادیث میں ’’اِحسان‘‘ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں بیان کیا ہے، چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ، اِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم‘‘(البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ:...’’اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے جوان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اوران کوکتاب وحکمت کی تعلیم دے اوران کو پاک کرے(تزکیہ کرے)بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔‘‘

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے جوانہوں نے اپنی آنے والی نسل کے بارے میں فرمائی،سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان وامتنان جتلاتے ہوئے فرمایا:

’’لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْن‘‘(آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:...’’اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جوان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔‘‘

سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے بعد ارشادِ خداوندی ہے:

’’هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْن‘‘(الجمعۃ:۲)

ترجمہ:...’’وہی ہے جس نے بھیجا اُمیین میں ایک رسول انہی میں سے جوان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اوران کو پاک وصاف کرتا ہے، اوران کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔‘‘

ان مذکورہ بالاآیات سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوئے:

۱:...تلاوتِ آیات، ۲:...تعلیمِ کتاب، ۳:...تعلیمِ حکمت، ۴:...تزکیۂ نفوس۔

صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ہر دور میں علمائے کرام اور مشائخ عظام نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مقاصدِ بعثت پر کام کیا۔

۱:...تلاوتِ آیات

قرآنِ کریم کے الفاظ وحروف کی تصحیح کرانے والے، قرآنِ کریم یادکرانے والے اور تجوید پڑھانے والے قرائے

کرام، اسی طرح وہ علمائے کرام اور قرائے عظام بھی جنہوں نے مختلف قراءتوں اور تلاوتِ آیات کی مختلف کیفیتوں کو محفوظ کیا، ان پر کتابیں لکھیں، یہ سب مقصدِ اوّل کے مظہر ہیں۔ اسی طرح قراءت وتجوید اور رسم الخط سے متعلق علوم اور ان پر لکھی گئی کتابیں سب مقصدِ اوّل کی وضاحت، اس کا بیان اور اس کی تشریح ہیں۔

۲:...تعلیمِ کتاب

اسی طرح علمِ تفسیر، مفسرین کے طبقات، ائمہ تفسیر اور تفسیر کی مختلف اور بے شمار کتابیں دُوسرے مقصد کے ترجمان اور تشریح ہیں۔

۳:...تعلیمِ حکمت

حکمت سے مراد چونکہ حدیث ہے، اس لئے محدثین وفقہاء تیسرے مقصد کا مظہرِ اَتم ہیں، کیونکہ محدثین نے الفاظِ حدیث کی حفاظت کی، ان کو جمع کیا، ان کو منقح کیا، ان میں صحیح اور غیر صحیح کی تمییز کی، حدیث کے درجات قائم کئے، اس کے لئے پچاس سے زائد علوم کو ایجاد کیا، اور چونکہ احادیث، رجال کے واسطے سے پہنچی ہیں، اس لئے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے اور یہ کہ وہ کس درجے کے لوگ تھے، اس کی تحقیق وتفتیش کے نتیجے میں باقاعدہ اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا، حدیث کی حفاظت کے سلسلے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے کوائف جمع ہوئے اور پھر جرح وتعدیل کے اُصول وضع کئے گئے، اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک ادا اور ہر حرکت وسکون کو محفوظ کرلیا گیا، یہ حضرات محدثین کہلاتے ہیں جو الفاظِ حدیث کی حفاظت کرنے والے ہیں، جبکہ فقہائے کرام معانی حدیث کے محافظ ہیں، کیونکہ یہ فقہاء، حدیث اور معانی کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وحدیث سے مسائل واَحکام اِستنباط کرنے میں صَرف کردیں، اور قرآنِ کریم کے معانی ومطالب کو محفوظ کردیا، تو فقہاء ومحدثین تیسرے مقصد ''تعلیمِ حکمت'' کے علم بردار ہیں۔

۴:...تصوف وتزکیہ

چوتھے مقصد تزکیۂ نفوس کی نسبت کے حاملین حضرات صوفیاء کرام ہیں، جنہوں نے اس نسبتِ اِحسانی کی پاسبانی کی، قلوب کے تصفیہ وتزکیہ، اِصلاح اور سیرت سازی کا محیر العقول اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔

حضرت اقدس حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دونوں پیغمبر (حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) دُعا فرمارہے ہیں: **وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک** (اے ہمارے رب! ایک ایسا پیغمبر بھیجئے یعنی نبی آخر الزمان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

جو آپ کے کلام کی تلاوت لوگوں کو سنائے) **ویعلمھم الکتٰب** (اور آپ کی کتاب کی تعلیم دے یعنی آپ کے کلام کے الفاظ کے معنی سمجھائے) **یفھمھم الفاظهٗ** (قرآن پاک کے الفاظ کو سمجھائے) **ویبین لھم کیفیة آدائه** (اور ہر لفظ کی کیفیتِ ادا کو بھی سکھائے کہ یہ لفظ کیسے ادا کیا جائے گا یعنی تجوید وقراءت کی تعلیم دے۔اس آیت سے مکاتب قرآن کے قیام کا ثبوت ملتا ہے جہاں تجوید وقراءت سکھائی جاتی ہے اور اسی آیت میں دارالعلوم کا ثبوت ہے جہاں کلام اللہ کی تفسیر ہوتی ہے۔مقاصد بعثت نبوت کو اللہ تعالیٰ قرآن میں نازل فرمارہے ہیں کہ **یتلوا علیھم ایٰتک** (ہمارا نبی ہماری آیات لوگوں کو سناتا ہے) جس سے مکاتب قرآن کا قائم کرنا ثابت ہوتا ہے اور **ویعلمھم الکتٰب والحکمة** (اور آپ کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دے) سے دارالعلوموں کے قیام کا ثبوت ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں،لہٰذا آپ کی بعثت کے مقاصد کو جاری رکھنا اُمت پر فرض ہے۔

کعبہ کی تعمیر کے ساتھ دونوں پیغمبر علیہما السلام یہ دُعا بھی فرمارہے ہیں کہ: **ویزکیھم** (اور وہ نبی ایسا ہو جو دلوں کا تزکیہ کرے،ان کو پاک کردے) کیا مطلب کہ اے اللہ! کعبہ تو ہم نے بنادیا لیکن اگر دلوں کا کعبہ صحیح نہیں ہوگا تو اس کعبہ کی بیت اللہ کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔آپ کے گھر کی عزت وہی کرے گا جس کا دِل صاف ہوگا،جس کے دِل میں خدا کا عشق اور محبت ہوگی۔دیکھا آپ نے! دونوں نبی کعبہ بنانے کے بعد یہ دُعا کیوں کررہے ہیں؟ کیوں کہ مسلمان کا دِل کعبہ ہے۔پہلے اس کو غیر اللہ سے پاک کرو۔اسی لیے کلمہ میں پہلے لآ الٰہ ہے کہ دِل کو پہلے لآ الٰہ سے خالی کرو، پھر اِلّا اللہ کا نور ملے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۶۰/بتوں کو کعبہ سے نکال دیا دیا مگر جب تک دل سے غیر اللہ کے بت نہیں نکلیں گے،اس وقت تک یہ دِل اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو،کعبہ کی عظمتوں کو نہیں پہچان سکے گا۔اس لیے مزکّی ومصفّٰی اور گناہوں سے توبہ کرکے جو متقی بندے حج کرتے ہیں،ان کو کعبہ شریف میں کچھ اور نظر آتا ہے،انہیں کعبہ کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔اس لیے حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے درخواست کی کہ ہماری اولاد میں سے ایسا رسول مبعوث فرمایئے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کا تزکیہ کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لیے دعا کرے کہ یا اللہ! آپ قیامت تک میری اولاد میں ایسے علماء ربانی پیدا فرمایئے جو آپ کے دیے ہوئے دین کے باغ کو پانی دیں اور اس کو ہرا بھرا رکھیں،ہمارے مکاتب قرآن کو اور ہمارے دارالعلوموں کو قائم رکھیں۔**ویتلوا علیھم ایٰتک** سے مکاتب قرآن کا ثبوت ہے اور **یعلمھم الکتٰب** سے مدارس علمیہ کے قیام کا ثبوت ہے اور **ویزکیھم** سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت ہے۔تزکیہ بھی مقصد بعثت نبوت ہے اور نبوت اب ختم ہوچکی،لہٰذا یہ کارِ نبوت آپ کے سچے نائبین اور وارثین کے ذریعہ قیامت تک جاری رہے گا۔خانقاہوں میں دِلوں کی صفائی ہوتی ہے،

دِلوں کو غیر اللہ کے کباڑ خانے اور کچرے سے پاک کیا جاتا ہے، اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

حضرت والا تزکیہ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطھر قلوب الصحابة عن العقائدِ الباطلة وعن الاشتغال لغیر اللّٰہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے دِلوں کو پاک کرتے ہیں باطل عقیدوں سے اور غیر اللہ کے ساتھ دِل لگانے سے) شیخ اور مربی بھی علی سبیل نیابت غیر اللہ سے دِل لگانے سے پاک کرتا ہے۔ اصل تزکیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، مگر نبوت ختم ہوچکی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین یعنی اولیاء اللہ، مشائخ اور بزرگانِ دین علی سبیل نیابت قیامت تک یہ فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور باطل عقیدوں اور غیر اللہ سے دِلوں کو پاک کرتے رہیں گے۔ خانقاہوں میں یہی کام ہوتا ہے۔

قلوب اور نفوس کی طہارت:

قلوب کی طہارت کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نفوس کی طہارت بیان کی ہے: **فان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطھر نفوس الصحابة عن الاخلاق الرذیلة** (نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے نفوس کو پاک کرتے ہیں گندے اخلاق سے) گندے اخلاق کیا ہیں؟ مثلاً کبر ہے، عجب ہے، حرص ہے، غصہ ہے، شہوت ہے، نہ دیکھا حلال نہ دیکھا حرام، جہاں دیکھا نمکین چہرہ وہیں کھالیا نمک حرام اور نمک حرامی شروع کردی۔ تو نبی کریم صلی اللہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنھم کے نفوس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرتے تھے۔

فان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطھر ابدان الصحابة عن الانجاس والاعمال القبیحة صحابہؓ کے بدن کو بھی پاک کرتے ہیں۔ کیسے؟ نجاستوں سے اپنے کو پاک رکھنا اور اعمالِ قبیحہ سے بچنا سکھاتے ہیں۔ (تعلیم وتزکیہ کی اہمیت)

تزکیہ نفس اللہ کے ولی کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں:

تو یہ شعبہ تزکیۂ نفس بغیر شیخ ومزکی کے ناممکن ہے۔ عادت اللہ یہی ہے۔ آپ اپنے اکابر کی تاریخ دیکھ لیجئے کہ جو بھی ولی اللہ بنے ہیں، کسی ولی کی صحبت سے بنے ہیں، اگر شاذ ونادر کوئی واقعہ ہو تو اس میں بھی کسی ولی کی غائبانہ توجہ ہوتی ہے ورنہ دستور یہی ہے کہ جو بھی ولی ہوا، کسی ولی کی صحبت سے ہوا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جو کسی اللہ کے ولی سے دوستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت لطف وکرم سے دیکھتے ہیں۔ **ان اللّٰہ تعالٰی ینظر الی قلوب اولیائہ باللطف والکرم فمن کانت محبتہٗ فی قلوبھم** جن جن کی محبت ان کے دِلوں میں ہوتی

ہے ینظر الیھم بالطف والکرم اللہ تعالیٰ کا کرم ان پر بھی ہو جاتا ہے، اس لیے آہستہ آہستہ وہ بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ (تکمیل معرفت: صفحہ۲۲ / تا۲۶)

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ ان مقاصدِ بعثت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مذکورہ بالا تمام مقاصدِ نبوت کا تکمیل تک پہنچنا، حزبُ اللہ، جماعتِ حقہ اور جماعتِ باطلہ، حزب الشیطان کے درمیان مابہ الامتیاز بھی ہے، یعنی اگر کسی جماعت کی حقانیت معلوم کرنی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس جماعت کی تگ ودو ومحنت وکاوش کا میدان اگر یہی مقاصد ہیں اور ان کی تحقیقات قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء کی تحقیقات کے خلاف تو نہیں ہیں، تو یہ جماعتِ حقہ سمجھی جائے گی اور وہ اہل السنّت والجماعت کا صحیح مصداق ہوں گے، برخلاف اس کے کہ اگر کسی جماعت کی جدوجہد کا دائرۂ کار یہ مقاصد نہیں اور نہ اُن کی تحقیقات سلف صالح کی تحقیقات کے موافق ہیں تو وہ جماعت باوجود اپنے بلند بانگ دعاوی کے، جماعتِ اہلِ حق نہیں سمجھی جائے گی، پھر اس معیارِ حق وباطل سے جس جماعت میں جس قدر اِنحراف ہوگا، اُسی قدر زیغ، ضلال، کفر کے درجات منطبق ہوں گے۔'' (ماہنامہ ''بینات'' اشاعت حضرت بنوری نمبر ص:۳۹)

ان مقاصدِ بعثت میں سے تزکیہ کو آیات میں کبھی آخر میں، کبھی درمیان میں ذِکر کیا گیا، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب وحکمت سے اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے، اگر اس سے اللہ کا خوف وڈر، تقویٰ وخشیت پیدا نہ ہو، انسان اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف نہ ہو، اور اَخلاقِ حمیدہ سے متصف نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے اور جو علم ان صفات کو پیدا نہ کرے وہ حقیقی علم نہیں، بلکہ نرے الفاظ اور علم کی ظاہری صورت ہے،

تزکیہ وتعلیم کی تقدیم وتاخیر کی عجیب توجیہ:

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں بعض جگہ **یعلمھم الکتٰب** مقدم ہے اور **یزکّیھم** مؤخر ہے۔ اور بعض جگہ اس کے برعکس ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ جہاں تعلیم کتاب مقدم ہے، وہاں علوم دینیہ کی عظمت کا بیان ہے تاکہ صوفیاء علوم دینیہ سے مستغنی نہ ہوں اور شریعت وطریقت کو الگ الگ نہ سمجھیں۔ اور جہاں تزکیہ مقدم ہے، وہاں علماءِ دین کو تنبیہ ہے کہ تزکیہ کی نعمت سے غافل نہ ہونا۔ اس کی حضرتؒ نے عجیب مثال دی تھی کہ ظرف کی صفائی سے مقصود مظروف ہوتا ہے، شیشی کی صفائی سے مقصود عطر ہوتا ہے کہ صاف شیشی میں ڈالا جائے، تعلیم کتاب کے تقدم میں علم کی عظمت کا بیان ہے کہ صوفیاء عمر بھر قلب کی

شیشی ہی نہ دھوتے رہیں،علوم دین کی بھی فکر کریں اور تزکیہ کے تقدم میں علماءِ کرام کو ہدایت ہے کہ قلب کی شیشی کی صفائی کی فکر کریں کہ گندی شیشی میں عطر کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی۔غیر مزکیٰ قلب سے فیضان علوم نہ ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے آخیر میں **اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم** ہے،اس کا ربط بیان کرتے ہوئے کیا خوبصورت بات ارشاد فرمائی:

اس کے بعد **انک انت العزیز الحکیم** کا اس آیت سے کیا ربط ہے یعنی تزکیہ نفس سے کیا ربط ہے؟ چونکہ نفس سے لڑنا آسان نہیں،اس لیے **انک انت العزیز الحکیم** فرما کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھا دیا کہ اے اللہ! نفس سے مقابلہ مشکل ہے،آپ نے اس کو **امّارۃ بالسوء** فرمایا ہے یعنی **کثیر الامر بالسوء** بہت زیادہ برائی کا حکم کرنے والا۔اور سوء اسمِ جنس ہے جو ساری دنیا کی برائیوں کو شامل ہے۔

یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ:''السوءٗ'' میں الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو۔معلوم ہوا کہ قیامت تک جتنے گناہ ہوں گے،سب اس ''السوءٗ'' میں شامل ہیں۔نزول قرآن کے وقت جو گناہ تھے اور آج نئے نئے گناہ کے جو طریقے ایجاد ہو رہے ہیں،سب اس میں شامل ہیں۔لیکن ان سے کیسے بچیں گے؟ **الا مارحم ربی** یہ ما کیا ہے؟ یہ مصدریہ،ظرفیہ،زمانیہ ہے۔تین نام ہیں اس کے۔اس لیے مفسر اعظم علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کے ترجمہ میں بھی اس کی رعایت کی۔ **أی فی وقت رحمۃ ربی** یعنی جب ہمارے رب کی رحمت کا سایہ ہوگا تب ہی ہم اس ظالم نفس سے بچ سکتے ہیں۔فی سے ظرفیہ بنایا،وقت سے زمانیہ بنایا اور رحم سے مصدر بنایا،لہٰذا یہ ما ظرفیہ،زمانیہ اور مصدریہ بن گیا۔جب تک اللہ کی رحمت کا سایہ ہو،یہ نفس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اللہ کی رحمت کا سایہ کب ملتا ہے؟ (تفسیر روح المعانی:۲/۱۳)

انہی باطنی کیفیات کو حدیث میں اِحسان سے تعبیر کیا گیا۔جب حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: اِحسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو،اگر یہ صفت پیدا نہ کر سکو تو یہ اِستحضار ضرور رکھو کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔'' اور اسی کو بعد میں تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا۔(جاری ہے)

☆......☆......☆

فتویٰ نویسی......عوام کے غیر محتاط اقوال میں اکابر کا طرز عمل

الشیخ مولانا بدر الحسن قاسمی (مقیم کویت)

فتویٰ نویسی کا کام بڑی ذمہ داری کا ہے، اس لیے افتاء کی ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے طویل عرصہ تک کسی با کمال مفتی کے ساتھ رہ کر مستفتی کا ذہن پڑھنے، سوال کو سمجھنے اور پھر جواب کے لیے فقہی ذخائر کو کھنگالنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ پیش آمدہ مسئلہ کے مشابہ جزئیہ کسی اچھے اور نامور فقیہ کے یہاں مل جائے، پھر حالات اور عرف کے بدلنے سے حکم کی تبدیلی جن اجتہادی مسائل میں ہوسکتی ہے اس کا گہرائی سے جائزہ لینا چاہئے اور عجلت میں فتویٰ لکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کہ لوگ ''مفتی اعظم'' اور ''فقیہ ملت'' وغیرہ سے پکارنے لگیں۔

نہ ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کرنی چاہئے، اور جو بات معلوم نہ ہو تو کھل کر معذرت کر دینی چاہئے؛ کہ مفتی رب العالمین کی نیابت میں حلال وحرام کا حکم دوسروں کو بتاتا ہے۔

''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' اور اس طرح کی دوسری کتابیں اسی لیے لکھی گئی ہیں کہ آدمی نہ ہمہ دانی کے مرض میں مبتلا ہو اور نہ اپنی شہرت کے لیے جہنم میں جانے کی راہ اپنے لیے ہموار کرے۔

اس وقت مجھے نہ فتویٰ کے آداب سکھلانے ہیں اور نہ موجودہ زمانہ کے مفتیوں کے قد کی پیمائش کرنی ہے، میں تو صرف ''تجربات ومشاہدات'' یا ''تجربات وحوادث'' کا ذکر کر کے اپنی کم علمی اور ناتجربہ کاری ظاہر کرنا چاہتا ہوں تاکہ دوسرے غلطیوں سے محفوظ رہیں۔

۱۹۷۲/۷۳ء کا سال میری فراغت کا تھا، اس کے بعد فتویٰ نویسی کی مشق کے لیے ۱۹۷۳/۷۴ء کا سال دار الافتاء کا تھا، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ اور مفتی احمد علی سعید صاحبؒ کا زمانہ تھا، کتابیں تو سبھی پڑھاتے تھے؛ لیکن مشق کا تعلق مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے تھا؛ ''شرح عقود رسم المفتی'' اور ''الاشباہ و النظائر'' کا سبق بھی انہیں سے متعلق تھا، ساتھیوں میں مفتی عبید اللہ الاسعدی صاحب بھی تھے۔

یہاں صرف دو باتیں لکھنا چاہتا ہوں:

۱...... پہلے ہی دن مشق کے لیے جو سوالات دیئے گئے ان میں سے ایک کا جواب میں نے لکھ کر پیش کیا، مسئلہ کا جواب اور دلیل کے طور پر ''آثار السنن'' سے نقل کردہ ایک حدیث، مفتی صاحب نے کاپی دیکھنے کے بعد فرمایا:

ارے تم مجتہد ہو گیا؟ میں نے کہا کہ حضرت مجتہد بننے کے لیے ہی تو آپ کے پاس آیا ہوں، فرمایا کہ: مسئلہ کا حکم ''فتاویٰ ابن عابدین'' میں تلاش کرو، پھر فرمایا کہ تم کو یہاں تو حدیث مل گئی؛ لیکن دسیوں مسائل ایسے آئیں گے کہ وہاں حدیث نہیں ملے گی، تو کیا کروگے؟ ان کی یہ تنبیہ بے حد مفید ثابت ہوئی اور فتویٰ کا ایک منہج ہاتھ آ گیا۔

۲......دوسری بات انھوں نے فرمائی کہ فقہ کی کوئی ایک کتاب ''مجمع الانہر'' ہی سہی، پوری پڑھ لینی چاہیے؛ کیونکہ بہت سے مسائل متعلقہ ابواب کے بجائے غیر مظان میں ملتے ہیں اور نظر نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کہنے لگتا ہے کہ فقہ کی کتاب میں مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا۔ خود ان کی اپنی ذاتی تقریباً سبھی اہم کتابوں پر اپنی تیار کی ہوئی مسائل کی فہرست تھی، اور ان کا استحضار بھی بے مثال تھا، اور فقہی ذوق اور فتویٰ نویسی کی مہارت بھی بے پناہ تھی۔

ساتھ ہی ان کو علم کلام، تصوف، اور دیگر متعلقہ و غیر متعلقہ علوم میں بھی درک حاصل تھا، اور مناظرانہ ذوق و مزاج بھی تھا؛ اس لیے ان کے لیے ہر طرح کے سوالات کا جواب دینا آسان تھا۔

فتویٰ دینے والوں کے لیے ایک نازک مسئلہ لوگوں کے مزاج میں بگاڑ کی وجہ سے غیر محتاط جملوں اور بے لگام شعراء و ادباء کے کلام کے بارے میں کفر و اسلام کے فیصلہ کا ہے۔ مفتی صاحب کے پاس خود اپنے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ کے فتووں کا سارا ذخیرہ تھا، ان میں بعض بڑی دلچسپ باتیں اور فقہی بصیرت کی قابل تقلید مثالیں بھی تھیں، مثال کے طور پر ایک شخص ''تمباکو'' کی دکان پر جاتا ہے اور اچھی کوالٹی کے ''تمباکو'' کی فرمائش کرتا ہے، دکاندار ایک نمونہ دکھلاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اس سے بھی کڑوا، دوسرا سیمپل دکھلاتا ہے، وہ کہتا ہے: اس سے بھی کڑوا، دکاندار کہتا ہے کہ ''اس سے کڑوا رب کا نام''

اب سوال پیدا ہوا کہ یہ کہنے والا کافر ہوا کہ نہیں؟!، اس نے رب کے نام کو کڑوا تمباکو کے سیاق میں ذکر کیا، یقیناً اس طرح کے الفاظ کے لیے احتیاط کرنی چاہئے؛ لیکن مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اپنی فقہی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوے اس اصول پر کہ اگر کسی کلام میں کئی احتمال ہوں اور ایک احتمال ایسا بھی ہو کہ اس سے وہ کفر کے حکم سے بچ سکتا ہے تو اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔

فرمایا: کہ کافر ہم اسے اس لیے نہیں کہیں گے کہ تمباکو میں کڑوا ہونا اس کے اچھے ہونے کی علامت ہے، تو جب اس نے کہا: ''اس سے کڑوا رب کا نام'' تو یہ احتمال بھی ہے کہ اس نے توہین کا نہیں، اللہ کی عظمت کا اقرار کیا ہے، کہ اس سے اچھا تو بس رب کا نام ہی ہے، تمباکو کی دنیا میں اس سے بہتر نہیں ہے، لہٰذا اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

اسی طرح ایک شخص یہ کہتا ہے:

وہ دن کرے خدا کہ خدا بھی جہاں نہ ہو ☆ ہم ہوں، صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو

ظاہر ہے کہ شعر کے ظاہری مفہوم کو دیکھا جائے تو اس پر کفر کا ہی فتویٰ لگے گا؛لیکن کسی کو کافر کہنا بھی آسان کام نہیں ہے،تو اس شعر کی یہ توجیہ بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ کہنے والا دل جلا ایسا شخص ہے جس کا کسی سے تعلق ہوگیا ہے، اب اس کی راہ میں رکاوٹ یا اس کے وصال میں مانع اللہ کا حکم ہے کہ بغیر جائز رشتہ کے اس سے ملنا شرعاً ممکن نہیں ہے،تو وہ بدسلیقگی کے ساتھ اپنی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ملنے سے مانع ہے،اب اللہ تعالیٰ نکاح کا رشتہ آسان کردے؛ تاکہ یہ رکاوٹ دور ہوجائے،تو وہ اس دن کی تمنا ظاہر کررہا ہے،شرعی حکم یا اللہ کا قانون جائز رشتہ قائم ہوجانے کے بعد رکاوٹ نہ رہے۔لیکن اس طرح کی تاویلات کا مقصد لوگوں کو بے لگامی پر اکسانا نہیں ہے، مفتی کا مقصد صرف کفر کے حکم سے اس کو بچانا ہے۔شعراء کے کلام میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن کی اگر توجیہ نہ کی جائے تو بڑی الجھنیں پیدا ہوجائیں گی،اقبال کا مشہور شعر ہے:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے☆قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔اسی طرح اس کا شعر:

زمن بر صوفی و ملا سلامے

کہ پیغام خدا گفتند مارا

ولے تاویل شان در حیرت انداخت

خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

اللہ رب العزت کا حیرت میں پڑ جانا،یا کسی چیز کو کچھ اور سمجھ جانا،نہایت خطرناک تعبیریں ہیں؛اس لیے شاعر کے ایمان کو بچانے کے لیے توجیہ کرنی پڑتی ہے،اور دوسرے شاعروں کو اس طرح کی تعبیروں سے باز رہنے کے لیے کہا جاتا ہے۔اوران چیزوں کو سمجھنے میں ہی مفتی کی فقہی بصیرت کا امتحان بھی ہے۔

فتویٰ نویسی میں حضرت سہارنپوری کا ذوق:

علامہ شامی کا حاشیہ جو''فتاویٰ ابن عابدین،شامی''یا اپنے اصلی نام''ردالمحتار علی الدرالمختار''سے معروف ہے اور عام علماء ومفتیان کرام اپنے فتوی کی تائید میں اس میں سے کسی عبارت کے نقل کردینے کو کافی سمجھتے ہیں،اس کے بارے میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا طرز عمل کیا تھا؟مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ لکھتے ہیں:

''فتویٰ لکھنے میں حضرت اکثر''شامی''ملاحظہ فرمایا کرتے تھے،مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے،اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور''شامی''کے مصنف کی ذاتی رائے ہوتی تو اس کو حجت قرار نہ دیتے؛بل کہ تنقید وتحقیق کرتے اور فرمایا

کرتے تھے کہ یہ معاصر ہیں ''ہم رجال ونحن رجال'' ان کی رائے ہم پر حجت نہیں ہے، جب تک اسلاف کے قول سے مؤید نہ ہو''۔(دیکھیے تذکرۃ الخلیل ص:۲۹۴)

مولانا ظفر احمد صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمائیں، فرمایا: مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتاء آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں، اس سے کام نہیں چلتا اور جواب میں بہت غلطی ہو جاتی ہے؛ کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ دیکھ کر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اس مسئلہ کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے، جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے؛ پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے ''شامی'' اور ''بدائع'' کو بالاستیعاب دیکھنا چاہئے۔(ص:۲۹۴)

آپ خود اوقاتِ فراغ میں ''بدائع'' اکثر دیکھا کرتے تھے اور اس کے مصنف کو بہت دعائیں دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ واقعی یہ شخص فقیہ تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اسے فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔

انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے ''شامی'' کوکئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا، اس وقت ''بدائع'' مطبوع نہیں ہوئی تھی، اور اب میں ''شامی'' کے ساتھ اس کے مطالعہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

ایک بار فرمایا کہ: جزئیات تو زیادہ ''شامی'' میں ہیں، مگر اصولِ فقہ اور فقہ کی لم زیادہ ''بدائع'' میں ہے کہ اس سے مناسبت ہو جائے؛ تو فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ بھی علامہ کاسانی کے بارے میں یہی رائے رکھتے تھے اور ان کو ''فقیہ النفس'' کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی عام شہرت تو ''سنن ابی داوٗد'' کی شرح ''بذل المجھود'' کے مؤلف اور ایک عظیم محدث کی حیثیت سے ہے؛ لیکن مولانا کا مقام ''فقہ وفتاویٰ'' میں مہارت کے لحاظ سے برصغیر کے کسی بھی بڑے فقیہ ومفتی سے کم نہیں تھا، جس کا اندازہ مولانا کے شائع شدہ فتاویٰ کے مجموعہ، مختلف مسائل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ان سے رجوع کرنے اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر اکابر کے ساتھ علمی مذاکرات اور مولانا کی سوانح ''تذکرۃ الخلیل'' اور ''فتاویٰ مظاہر علوم'' وغیرہ سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا کے بہت سے فتوے ایسے ہیں جو ان کی غیر معمولی فقہی بصیرت کے شاہکار ہیں، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے بعض فتووں سے ان کا اختلاف بھی ان کی دقت نظری پر شاہد ہے۔

فتویٰ نویسی کے سلسلے میں ان کے واقعات کا ذکر تو کسی مستقل مضمون کا تقاضہ کرتا ہے، یہاں تو صرف بعض فقہی کتابوں کے بارے میں ان کی رائے اور فتویٰ نویسی کے بارے میں ان کے ذوق کی طرف اشارہ مقصود ہے۔☆

دینی مدارس میں ترتیل کی مشق

حسن قراءت کے جلسوں اور مقابلوں کے سلسلے میں

چند معروضات وگزارشات

مولانا محمد طلحہ بلال احمد منیار

شیخ مولانا محمد طلحہ منیار حفظہ اللہ تعالیٰ جید حنفی عالم اور اس وقت برصغیر میں علوم الحدیث کے حوالے سے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیمی مراحل مکہ مکرمہ حرم شریف کے ماحول میں طے کیے،خصوصاً حفظ قرآن مجید،اور اس ضمن میں تجوید وترتیل،لہجات عرب پر ملکہ حاصل کیا۔ابتدائیہ،متوسطہ اور ثانویہ کی تعلیم کے بعد جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے تخصص فی الحدیث وعلومہ کی ڈگری ممتاز درجے میں حاصل کی،آپ کا شمار شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے خصوصی تلامذہ میں ہوتا ہے۔زیر نظر مضمون فن تجوید وقراءات میں آپ کی دِقتِ نظر اور گہری دسترس کا نمونہ ہے،اس میں قراء حضرات کو جن پہلوؤں پر توجہ دلائی گئی ہے وہ قابل غور ہیں۔

قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا مطلوب ومرغوب ہے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: زَيِّـنُـوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ [ابوداود] اور دوسری روایت میں زَيِّنُوْا اَصْوَاتَكُمْ بِالْقُرْآنِ [ابن حبان] وارد ہوا ہے۔

تزئینِ صوت میں حروف کی مخرج سے ادائیگی کے ساتھ آواز کے زیر وبم،سانس کے طول وقصر،لہجے،اور تلاوت کی رفتار سے فرق پڑتا ہے،لہٰذا مذکورہ امور سے گہری واقفیت اور اصول وضوابط کے مطابق ان کی ادائیگی سے آواز کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور تلاوت جاذب ہوتی ہے۔اور جس طرح ہر فن میں مہارتِ تامہ اس فن کے ماہرین سے اخذ کرنے پر موقوف ہوتی ہے،اسی طرح خوش الحانی بھی ایک مستقل فن ہے،جس کو واقف کاروں سے اصولوں کے مطابق سیکھ کر ہی دوسروں کو سکھانا چاہیے۔

مگر ہمارے مدارس میں خوش الحانی اور حسنِ قراءت کے عنوان سے جس فن کا مظاہرہ "ترتیل" کی شکل میں ہو رہا ہے،عاجز عرصے سے اس کو نوٹ کر رہا ہے کہ: وہ ترتیل خوش الحانی اور مقامات ولہجات کے فن سے گہری واقفیت رکھنے والوں سے نہیں،بلکہ نرے نقالوں ومقلدوں کے ذریعے سیکھی سکھائی جارہی ہے،جس کے باعث ہمارے دیار میں "ترتیل" کئی خامیوں کی شکار ہے،اور اصلاح کی کوئی سعی نظر نہیں آرہی ہے۔

مذکورہ وجوہات کی بنا پر عاجز نے اس سلسلے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی جسارت کی ہے،امید ہے کہ اہل مدارس اور اساتذہ غور فرما کر اصلاح کی طرف متوجہ ہوں گے،اور اس فن کو بحیثیت فن سیکھ کر آگے بڑھائیں گے،وما علینا الا البلاغ۔

پہلی بات:......عربی لغت میں ترتیل کا معنیٰ ہے: ٹھہرٹھہر کر صاف صاف اطمینان سے پڑھنا، قرآنِ مجید کی آیتِ کریمہ: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کی تفسیر میں بھی یہی معنی مذکور ہوتا ہے۔

البتہ علمائے تجوید وقراءات اور ماہرینِ مقامات ولہجات کی اصطلاح میں تلاوت کی رفتار کے اعتبار سے، تلاوت کے تین درجے بتائے جاتے ہیں: ترتیل، تدویر، حدر۔ اور بعض علماء "ترتیل" سے قبل ایک اور درجہ بنام "تحقیق" بھی ذکر کرتے ہیں، مگر یہ درجہ تعلیمِ قرآن وتلاوت کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اس میں طالبِ علم کو سکھانے کی غرض سے بہت زیادہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جاتا ہے۔

بہر حال، تلاوت کی رفتار کے اعتبار سے یہی تین درجے بتائے جاتے ہیں:

۱......ترتیل: اطمینان کے ساتھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، جس طرح حسنِ قراءت کی محفلوں اور جلسوں میں پڑھا جاتا ہے۔

۲......تدویر: درمیانے درجے کی قراءت، جو عموماً فرض نمازوں میں تلاوت کی رفتار ہوتی ہے، یا نیا سبق سناتے وقت جو رفتار ہوتی ہے، وہ "تدویر" کہلاتی ہے۔

۳......حدر: تیز رفتاری کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں، یہ "انحدار" سے ماخوذ ہے، یعنی بلندی سے پستی کی طرف اترنا، جس میں اترنے والے کی رفتار طبعاً تیز ہوتی ہے۔ اس کی مثال تراویح میں پڑھنے سے دی جاتی ہے، یا دور سنانے کی رفتار سمجھئے۔

معاصر مصری قراء تدویراً قراءت کرنے کو ترتیل یا اَلْـقِـرَاءَةُ الْـمُـرَتَّـلة کہتے ہیں، اور محافلِ قراءت میں پڑھی جانے والی تلاوت کو: القراءة المجوَّدَة کہتے ہیں۔ یعنی ہمارے دیار میں حسنِ قراءت کی محفلوں اور جلسوں میں جو قراءت ترتیلاً کی جاتی ہے، مصریوں کے یہاں اس کو: القراءۃ المجودۃ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

انہی تین طرح کی تلاوتوں کے اعتبار سے ان کے یہاں یہ تین اصطلاحات ہیں: (المصحف المُرتَّل) (المصحف المُجوَّد) اور (المصحف المُعلِّم)، ترتیل وتدویر کا فرق تو واضح ہے، البتہ تحقیقاً پڑھے جانے والے قرآن کو وہ حضرات (المصحف المُعلِّم) بکسر اللام کہتے ہیں۔

دوسری بات:......ترتیلاً قراءت دو طرح کی ہوتی ہے: انفرادی اور اجتماعی۔

اگر کوئی شخص انفرادی طور پر نہایت اطمینان کے ساتھ تلاوت کر رہا ہے، چاہے نماز میں ہو یا خارج میں، تو وہ اپنے طبعی لہجے میں بلا تکلف وتصنّع قراءت کرے گا، اور وہ اپنی اس انفرادی تلاوت میں آواز، لہجے، سانس وغیرہ میں بغیر کسی قید وشرط کے آزادانہ طور پر تلاوت کرے گا۔

لیکن اگر کوئی قاری مجمعوں اور جلسوں میں یا حسنِ قراءت کی محفلوں میں تلاوت کر رہا ہے، یا کوئی طالبِ علم حسنِ قراءت کے مقابلے ومسابقے میں حصہ لینا چاہتا ہے، تو پھر اس قاری یا طالبِ علم میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱......حسن صَوت، (آواز کی خوبصورتی) اور یہ ایک وہبی چیز ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں، یعنی حسنِ صوت کا اصل مادہ قابلِ تعلّم نہیں ہے، ہاں! صوت میں مختلف ریاضتوں ومشقوں کے ذریعے مزید نکھار پیدا کرنا ممکن ہے۔

کہا جاتا ہے: **ثلاثة اشياء لا يمكن تعلّمها: الكرمُ والشِّعر والصوتُ الحَسَن** یعنی تین چیزیں سیکھی نہیں جاسکتیں: سخاوت، شاعری، اور حسنِ صوت۔

حُسن صوت ایک عام سی بات ہے جس کا اِدراک وشعور عوام الناس کو بھی حاصل ہوتا ہے، وہ بھی خوب صورت آواز سے لطف اندوز ہوتے ہیں، ان کے کانوں کو بھی ایک قسم کی اُنسیت محسوس ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حسنِ صوت سے آراستہ قراءت سے طوالت کے باوجود کوفت نہیں ہوتی۔

حسنِ صوت میں آواز کے اتار چڑھاؤ میں میزان کے برقرار رہنے کو بڑا دخل ہے، میزان کے اختلال کو نَشَازِ صَوت کہتے ہیں، جو سامع کے تکدر کا موجب ہے۔

۲......مقامات ولہجات پر مضبوط گرفت، چاہے یہ گرفت ان لہجوں کے ناموں سے واقفیت کے ساتھ ان کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے سے حاصل ہو، یا کم از کم کسی مشہور قاری کی ہو بہو نقالی کرنے کے ذریعے ہو۔

۳......طولِ نَفَس یعنی سانس لمبی ہونا، کیونکہ قِصرِ نَفَس (سانس کی تنگی) کی وجہ سے دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں: ایک تو میزانِ صوت میں خلل پڑتا ہے، خصوصاً ٹھہرنے کے وقت یعنی سانس کے پورا ہونے کے وقت، جس کو مصری قراء (قَفلَہ) کہتے ہیں، اور دوسری خرابی اوقافِ قبیحہ کا ارتکاب جو قصرِ نَفَس کے باعث اضطراراً کیے جاتے ہیں۔

ہاں! سانس کو مشق کر کے، یا حبسِ نَفَس کا گر سیکھ کر مزید لمبا کر سکتے ہیں، لیکن حد سے زیادہ قصیر نفس کا علاج ممکن نہیں ہے۔

مزید برآں: مقامات ولہجوں کی ادائیگی میں طبقاتِ صوت کا لحاظ رکھنا، اتار چڑھاؤ کے میزان کو برقرار رکھنا، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقلی کا طریقہ معلوم ہونا از حد ضروری ہے، کسی بھی مقام کے پڑھنے میں طبقاتِ صوت تین ہیں: قرار، جواب، جواب الجواب۔

خلاصہ یہ ہے کہ: جس قاری میں یہ تین صلاحیتیں نہ پائی جاتی ہوں، اس کو محفلوں میں قراءت کرنے سے احتراز

کرنا چاہیے، اسی طرح جو طالبِ علم ان تین باتوں سے کورا ہو، اس کو جلسوں میں یا حسنِ قراءت کے مقابلوں کے لیے منتخب نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اس کی تلاوت اور لہجہ کی عدمِ موزونیت سمع خراشی اور تکدرِ خاطر کا سبب بنے گی، نیز اس طرح کے قاریوں کو داد دینے کی آوازیں فن سے ناواقفیت کی دلیل ہوتی ہے۔

تیسری بات:......محفلوں اور جلسوں کی ترتیل بغیر تعلّم اور مشق کے ممکن نہیں ہے، مگر تعلّم کے لیے ماہرِ فن استاذ جو اس فن سے واقفیت ومناسبت رکھتا ہو بہت ضروری ہے، افسوس کہ ہمارے مدارس میں ترتیل کی مشق کرانے والے اکثر اساتذہ مذکورہ صلاحیتوں سے خالی الوفاض وتہی دامن ہوتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ترتیل چیخنے، چلّانے اور غیر موزوں قراءت سے کان پھوڑنے اور خواطر کو مکدر کرنے کا نام ہے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے: (**فـاقِـدُ الشـيء لا يُعطيه**) یعنی جس کا دامن کسی چیز سے خالی ہو، تو وہ دوسروں کو خاک کے سوا کیا دے سکتا ہے؟

عدمِ واقفیت ومناسبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ: اساتذہ پوری کلاس پر ترتیلاً قراءت کرنا لازم کر دیتے ہیں، جو سعیِ لاحاصل، اور تضییعِ اوقات ہے۔

ماہرینِ فن ہمارے دیار میں فی الحال آٹے میں نمک کے برابر ہیں، اس لیے مشق کرنے کرانے کے لیے یا تو ان گنے چنے (بعدد اصابع الیدین) میں سے کسی ماہر کو دعوت دی جائے، یا اس کے لیے باہر سے کسی ماہر قاری کو منتخب کر کے بلایا جائے۔ اِس وقت مصر، انڈونیشیا، ایران وغیرہ میں ماہرینِ فن موجود ہیں، جہاں رختِ سفر باندھ کر براہِ راست سیکھنا بھی بہت مناسب ومفید ہے۔

مذکورہ امور میں سے کوئی ایک شکل بھی میسر نہ ہو تو پھر دو کام کرنے چاہئیں:

۱......انٹرنیٹ پر مقامات کی تعلیم اور محفلوں کی قراءت کے سلسلے میں جو دروس ہیں، ان سے استفادہ کیا جائے، پڑوس ملک کے متعدد ماہرینِ فن کے دروس انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں، نیز مقامات کی تعلیم دینے والے عربی قراء کے دروس بھی مفید ہیں۔

۲......مشہور قراء کی قراءت کے متعدّد اجزاء بنا کر ہر سانس کی ایک اوڈیو کلپ بنالی جائے، پھر ایک ایک سانس کی اچھی طرح سماعت کرتے ہوئے اور آواز کے اتار چڑھاؤ کو سمجھتے ہوئے پوری طرح نقالی کی جائے، اس سے بھی ترتیل کے فن میں مہارت حاصل کی جاسکتی ہیں، آواز کے اتار چڑھاؤ، مدوجزر، نشیب وفراز کو سمجھنے کے لیے موبائل یا کمپیوٹر سے رفتار کو مزید دھیما کر کے، سنا سنایا جائے تو نو آموز کے لیے اَسہل واَنفع ثابت ہوگا۔

ان دو طریقوں کے ذریعے فنِ ترتیل سیکھنا، کسی غیر ماہر وغیر واقف کے ہاتھوں میں تختۂ مشق بننے سے بہتر ہے۔

چوتھی بات:......اگر کسی مشہور قاری کے طرز پر ترتیل کی مشق کرنی ہے، تو دو باتیں معلوم ہونی چاہئیں:

۲......اس قاری کا مقامات ولہجات کو لانے میں اوران کے پڑھنے میں ترتیب کا طریقہ۔

ترتیل میں مقاماتِ سبعہ لانے کا جو عام اصول ہے، وہ اس جملے میں بیان کیا گیا ہے: بِصَحْنِ رَعَس ،یعنی ترتیل میں مقامات کی ترتیب حسبِ ذیل ہوگی:

ب:بَیات/ص:صَبَا/ ح:حِجَاز/ ن:نَهَاوَند/ ر:رَسْت/ ع:عَجَم/ اوراخیر میں س:سِیکا

اسی ترتیب کے مطابق کامل یوسف بہتیمی اور شیخ مصطفیٰ اسماعیل وغیرہ ترتیل پڑھتے ہیں۔

مگر ہر قاری اس ترتیب کا پابند نہیں ہوتا، بلکہ ہر ایک کا اپنا جداگانہ طریقہ ہوتا ہے، مثلاً شیخ منشاوی کے یہاں مقامات کی ترتیب عموماً یہ ہوتی ہے: بیات، جہارکاہ (فرعِ عجم)، صبا، نہاوند، رست... پھر حجاز یا سیکا... الخ

اسی طرح انور شحات کا اپنا الگ طریقہ ہے، لیثی، محمد عمران، غلوش، عبدالباسط... سب کا اپنا اپنا انداز اور علیحدہ طرز واسلوب ہے۔

نیز ماہر قراء حسبِ موقع ومحل اس میں تصرف بھی کرتے ہیں، اور فروعی مقامات کا امتزاج بھی کرتے ہیں، جن کی تفصیل واقف کار اساتذہ ''تحلیل القراءۃ'' کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔

۲......دوسری بات جو ترتیبِ مقامات سے زیادہ اہم، اور جس کی جانکاری نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ: ہر قاری کا ہر مقام کے ادا کرنے میں ایک منفرد طرز ہوتا ہے، جو دوسرے قاری کے اسی مقام کی ادائیگی کے انداز واسلوب سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً مقامِ نہاوند کی ادائیگی میں: منشاوی، شحات، مصطفیٰ اسماعیل، لیثی، حصان، شعیشع... ہر ایک کا طرز الگ الگ ہوتا ہے۔

اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے، تاکہ تقلید ونقالی مطابق بالاصل ہو، ورنہ وزنِ صوت اور مقام کے درجے اور طبقے میں خلل ہوگا۔

پانچویں بات:......ترتیل میں یہ لازم ہے کہ طبقاتِ صوت کو آہستہ آہستہ بتدریج ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف لے جایا جائے، آواز کے طبقات ادنیٰ سے اعلیٰ تک سات ہیں: (دو/ رے/ می/ فا/ صول/ لا/ سی) انہیں کی رعایت کرتے ہوئے عموماً قراء سب سے پہلے مقامِ بیات سے آغاز کرتے ہیں، اور اس کے مختلف فروع لاتے ہیں، بیات میں طبقہ صوت منخفض ہوتا ہے، جو حنجرہ کی تسخین (گرم کرنے) کا کام کرتا ہے، چند آیات طبقہ منخفضہ یعنی "قرار" میں پڑھ کر پھر "جواب" کی طرف آواز اٹھاتے ہیں، پھر "جواب الجواب" کی طرف لیجاتے ہیں۔

اس کے خلاف کرنے سے یعنی ایک دو آیات کے بعد ہی اور مرحلہ تسخین سے قبل یکبارگی آواز کو طبقہ اعلیٰ (جواب الجواب) میں لیجانے سے دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

پہلی: آواز کا بیٹھ جانا اور قاری کا بہت جلد تھکاوٹ محسوس کرنا، اور دوسری: مقامات کے مابین تنقل اور تنویع کی دشواری پیش آنا، جس کا نتیجہ سمع خراشی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور یہ حال ہمارے مدارس میں مشاہد اور عام ہے ،فوااسفاہ۔

تنبیہ: قرار، جواب، جواب الجواب۔ یہ ہر مقام میں آواز اٹھانے کے تین لیول (درجے) ہیں۔

چھٹی بات:......ترتیل میں "مرحلہ تسخین" کے بعد، طبقہ صوت کے دوسرے درجے "جواب" میں رہتے ہوئے زیادہ تر قرائے کرام تلاوت جاری رکھتے ہیں، "جواب الجواب" کے طبقہ میں بہت دیر تک نہیں پڑھتے ،مگر ہمارے مدارس میں طلبہ "جواب الجواب" پرپہنچ کر اسی میں دیر تک پڑھتے رہتے ہیں، جو موجبِ کلفت ہوتا ہے، اور آواز کے پھٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔

نیز طبقاتِ صوت میں اتار چڑھاؤ بھی بتدریج ہونا چاہیے، ادنیٰ سے فوراً اعلیٰ کی طرف آواز اٹھانا یا برعکس، یہ آوز کی عدمِ موزونیت کا سبب بنتا ہے، اور سننے والے کے پریشر کو اپ ڈاؤن کرتا رہتا ہے۔

ساتویں بات:......جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ترتیلاً پڑھنے کے لیے قاری میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے: حسنِ صوت، مقامات پر گرفت، اور طولِ نفَس۔

ان میں طولِ نفَس میں تمرین وریاضت کے باوجود مزید وسعت وگنجائش پیدا کرنا اگر ممکن نہ ہو، تو قاری کو ایسی سورتوں کی آیات کی مشق کرنی چاہیے جو قصیر ہوں، جیسے طٰہٰ، نجم، قمر، رحمٰن، قصارِ سور... وغیرہ

تاکہ قصرِ نفَس کی وجہ سے آواز کے وزن میں اور قفَلات میں خلل نہ ہو، قفَلات سے مراد ایک سانس کے آخری اور اختتامی کلمات۔

طلبہ مدارس کی تلاوت میں زیادہ تر گڑبڑ قفلات میں واقع ہوتی ہے، اور اچانک بریک لگ جانے کی وجہ سے میزان صوت میں نشاز پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے پوری تلاوت بدمزہ بن جاتی ہے۔

اس لیے اپنے سانس کے سائز کو مدنظر رکھتے ہوئے دو باتوں کا اہتمام فرمائیں:

(۱) آیاتِ قصیرہ کی مشق۔

(۲) اور قفَلات کے فن کی جانکاری اور ان کی خوب مشق، یعنی یہ دیکھا جائے کہ جس قاری کی تقلید کی جارہی ہے وہ سانس کے اختتام پر مقام کی ادائیگی میں کون کون سے تصرفات کرکے ٹھہرتا ہے؟

قفلات میں ہر قاری کا ایک انداز ہوتا ہے، اور تقفیل سے پہلے آواز میں تصرف کرتے ہوئے ٹھہرنے کی تمہید بھی کی جاتی ہے، یہ تمہید آخری لفظ میں بھی ہوتی ہے، اور بسا اوقات ایک دو الفاظ سے پہلے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔

قفلات کے طریقے سے ناواقفیت اور عدمِ مشق ہماری ترتیل کی ایک زبردست خامی ہے، جس کی تلافی کرنا بہت ضروری ہے، یعنی مستقل طور پر قفلات کے مختلف طرز وانداز کی مضبوط مشق ہونی چاہیے۔

آٹھویں بات:...... قفلات کا وسیع کارخانہ:

ہانی زیتون مصری (استاذِ مقامات) نے ایک سبق میں یہ بتایا کہ: قفلات میں بعض قراء کا ایک مخصوص طرز ہوتا ہے، اور اس کو وہ بہ کثرت لاتے ہیں، اس لیے اس قفلے کی نسبت اس قاری کی طرف کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ قفلۃ مصطفیٰ اسماعیل، قفلۃ الشحات، قفلۃ اللیثی۔

اور یہ بھی بتایا کہ بعض سابقہ قفلات میں لاحقین اور جدید قراء تطویر کرتے ہوئے اس میں اضافہ کرتے ہیں۔

ایک دوسرے معلّمِ مقامات سمیر عبدالغنی مصری نے ایک تعلیمی درس میں یہ باتیں بتائی ہیں:

قفلات سیکھنے کے لیے تمارین الفوکالیز اور تمارین الصوالفیج ممد ومعاون بلکہ ضروری ہیں۔ فوکالیز کی مشقیں آواز میں گہرائی وگیرائی، اور صولفیج کی مشقیں آواز کی مقام پر موزونیت کو برقرار رکھنے کے لیے کی جاتی ہیں۔

متعلم کا کان اگر موسیقیہ ہے، یعنی آواز کی باریکیوں کو محسوس کرتا ہے، تو سن سن کر بہ آسانی قفلات کا گر سیکھ سکتا ہے، یعنی وہبی ذوق اس میں ضروری ہے۔

قفلات لانے سے پہلے سانس کی مقدار اس کے مناسب باقی رہنی چاہیے، ورنہ قفلہ ہوا میں تحلیل ہو کر ضائع ہو جائے گا۔

ایک ہی مقام کے کئی قفلات ہوتے ہیں، اور ہر مقام کے قفلات اس کے مناسب ہوتے ہیں، لہٰذا ایک مقام کے قفلات دوسرے مقام سے خلط ملط نہیں کرنے چاہئیں۔

قفلات کو پختہ کرنے کے لیے "آہات" (یعنی ہاہاہا) پر ان کو ڈھال کر مشق کیا کریں۔

قفلات کا کوئی محدّد و متعین قاعدہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وسیع میدان ہے، ماہر قاری نئی نئی شکلیں تراشتا رہتا ہے۔

یعنی مسئلہ سراسر ذوق، عمدہ سماعت، اور مشق پر موقوف ہے، ورنہ تضییع اعمار واوقات ہے۔

نویں بات:...... نقالی کی حیثیت:

یہ سوال کہ: اہلِ مقامات کے نزدیک نقالی وتقلید کی کیا حیثیت ہے؟

جواب عرض ہے کہ: نطق، بولنے، لغت، زبان، یا کسی بھی قسم کی آواز، راگ، سُر، اور نغمہ وغیرہ کے سیکھنے سکھانے میں سماع وتقلید کا بہت بڑا عمل دخل ہے، انسان سن سن کر اور نقالی کر کے ہی بولنا سیکھتا ہے۔ اور ہر نئی زبان اور لینگویج بھی اسی طریقے سے سیکھتا ہے۔ اسی لیے مقامات کے باب میں بھی بڑے بڑے قراء کی ابتدا نقالی اور تقلید سے ہی

ہوتی ہے، بلکہ بعض قراءتو اپنے پسندیدہ قاری کے طرز کو ہی مستقل اپنا لیتے ہیں، اور اسی کی نقالی سے اپنے فن کو مزید نکھارتے ہیں۔

اور اسی لیے مصری قراء کے یہاں **مدرسہ** کی اصطلاح مشہور و مستعمل ہے، کہ: **القاری الفلانی یتبع مدرسۃ فلان**، مراد ہوتی ہے کہ وہ اس کے طرز و اسلوب کی تقلید کرتا ہے۔

بے شمار قراء شیخ مصطفیٰ اسماعیل کی نقالی کر کے بڑے قاری بنے، اسی طرح شیخ رفعت، منشاوی، لیثی، راغب غلوش، شحات انور... کی ہو بہو تقلید و نقالی کر کے پڑھنے والے آج بھی مشہور قراء ہیں، اگرچہ بہت سے قراء آگے چل کر پھر اپنا منفرد طرز تراش لیتے ہیں، مگر شروع میں نقالی سے مفر نہیں۔ لہٰذا کثرت سے سماعت کرنا اور تقلیداً پڑھنا، مقامات سیکھنے میں بہت اہم رول ادا کرتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ معیوب نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

ہاں!......اتنی بات ہے کہ: قاری کی ادائیگی میں کوئی خامی یا نقص ہو، تو اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اصول کے مطابق صحت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

منشاوی کی قراءت میں غمغمہ ہے، عبدالباسط کے یہاں اخفاء میں اظہار ہے، ناصر حرک کے یہاں کھینچ تان بہت ہے، بعض قراء کے یہاں تغنین یا ترقیق حد سے بڑھ کر ہے، تو ان امور سے احتراز ضروری ہے۔

بسا اوقات طالبِ علم میں اچھی ترتیل کی استعداد و صلاحیت موجود ہوتی ہے، مگر صیقل گر کی کمی ہوتی ہے، کیونکہ بعض اساتذہ اپنی گئی گذری اور خستہ تلاوت کے ذریعے مشق کراتے ہیں، تو اس طرح سے شاہین کی اڑان میں کمزوری رہ جاتی ہے۔

لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان کو ماہرینِ فن کی تلاوت بہ کثرت سنا کر مشق کرائی جائے، حسب ما یختارہ الاستاذ، شیخ منشاوی کے طرز پر مشق کرانا بالکل مناسب ہے، نیز کسی اور قاری کا انتخاب کرنے میں بھی حرج نہیں ہے۔

دسویں بات:......خلاصہ ما سبق یہ ہے کہ طالب علم اپنی حدود اربعہ کو اچھی طرح پہچان لے، اپنی لیاقت و استعداد اور امکانات کو جانچ لے۔

اگر حسنِ صوت سے ہی دامن خالی ہو، اور مشق سے بھی آواز میں حسن پیدا کرنا مشکل ہو، مثلاً: حلق و حنجرہ میں ہی کوئی مانع ہو، تو خلیل بن احمد کا نسخہ آزمائیں:

اذا لم تستَطِع شیئا فدَعُه ** وجاوِزْهُ الی ما تستطیعُ

یعنی تدویراً و حدراً پڑھنے پر اکتفا کریں، ساتھ ساتھ تجوید و ادائیگی کو مضبوط بنانے کی فکر کریں۔

اور اگر حسنِ صوت ہے یا اس کا اصل مادّہ موجود ہے، تو مقامات و لہجات کی اچھی مشق سے مزید اس میں جلا

پیدا کر سکتے ہیں۔

مگر اس کے لیے مقامات کے جانکار سے رجوع کریں، یا مقامات کے دروس کا مشاہدہ کریں، یا جیسا کہ عرض کیا گیا، پسندیدہ قاری کے ہر سانس کی ایک اوڈیو کلپ بنا کر بار بار سن کر ہو بہو نقالی کریں۔

تقلید و نقالی میں سانس کی تنگی کا مسئلہ اگر پریشان کرتا ہو، تو سانس لمبی کرنے کی تمارین معلوم کر کے ان کو آزمائیں، یا پھر مختصر آیات کی تلاوت کی مشق کریں، یہ بھی ممکن ہے کہ نقالی میں اصل قراءت کے سانس کے طول کے پابند نہ بنیں، بلکہ حَشْرَجہ (سانس کے تنگ ہونے) سے پہلے ہی مناسب وقف کرنے کی مشق کریں، مگر یہ تصرف مشق کی کچھ مدت گذر جانے کے بعد ہی ممکن ہوگا، مبتدی کے لیے ممکن نہیں ہے۔

مثال کے طور پر: شیخ منشاوی نے اگر ایک سانس میں پڑھا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰىٓ o اِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشٰى

تو اتنا لمبا پڑھنا ضروری نہیں ہے، لتشقی پر وقف کرتے ہوئے دو سانسوں میں پڑھیں، یا الا تذکرہ پر وقف کر کے ، اعادہ کریں۔

مطلب یہ ہے کہ تقلید و نقالی میں بھی دماغ کا استعمال کریں، اور اپنی بساط کے حدود سے زبردستی تجاوز کرتے ہوئے اپنی ترتیل کو بگاڑ کر مضحکہ نہ بنیں۔

قاری شیخ محمد بدر حسین کی سانس قدرتاً بہت تنگ ہے، مگر آواز خوبصورت ہے، اور مقامات پر ان کی گرفت بھی مضبوط ہے، لیکن سانس کے سلسلے میں اپنی تنگ دامنی کی پوری رعایت، مناسب وقف، اور قفلات کو برابر ادا کرنے کی وجہ سے، جب وہ تلاوت کرتے ہیں، تو فقدانِ شرط ثالث کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

گیارہویں بات: اپنا فارمولہ

شیخ منشاوی وغیرہ کی تقلید کے ذریعے ترتیل سیکھنے والے، منشاوی کی کسی تلاوت کی مکمل تقلید کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یعنی منشاوی کے تمام مقامات لانے کی کوشش کرتے ہیں جس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یعنی جس طرح بعض لوگ پورا سانس کھینچ تان کر پڑھنے کی غلطی کرتے ہیں، اسی طرح ہر ہر مقام کی نقالی کرنے میں بھی مار کھاتے ہیں۔

منشاوی تو ماہرِ فن ہیں، مقامات کے بڑے کھلاڑیوں میں سے ہیں، مزید برآں موہوب بھی ہیں، ان کی اپنی آواز پر جتنی مضبوط گرفت ہے، اس کی نقالی ناممکن ہے۔

اس لیے منشاوی کی تقلید کرنے والے کو دو باتوں پر دھیان دینا چاہیے:

پہلی بات: مجھے ہر مقام میں منشاوی کا اسلوب وطرز سیکھنا ہے، یہ نہیں سیکھنا کہ منشاوی نے فلانی آیت یا اس کا ٹکڑا کونسے مقام میں کیسے پڑھا!۔

جب آپ طرز سیکھ لیں گے، تو آپ کسی بھی آیت کو اس طرز پر ڈھال سکیں گے، اس لیے آپ بیات المنشاوی سیکھیں، رست المنشاوی، نہاوند المنشاوی، حجاز المنشاوی، سیکا المنشاوی سیکھیں۔

یہ نہ سیکھیں کہ منشاوی نے (لَو اَنزَلنَا هٰذَا القُرآنَ عَلٰی جَبَلٍ) کس طرح پڑھا، (اَقِمِ الصَّلاةَ لِدُلُوکِ الشَّمسِ) کس انداز میں پڑھا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کو ایک ایک مقام کی ادائیگی میں طرز واسلوب پر دھیان دینا ہے، کہ وہ کس طرح پڑھتے ہیں، آواز کے اتار چڑھاؤ میں کیا کاریگری کرتے ہیں، ابتدا کس طرح کرتے ہیں، اختتام کس طرح کرتے ہیں، اس مقام کے زوایا وخبایا کی کس طرح سیر کرواتے ہیں، "قرار بیات" کس طرح پڑھتے ہیں، "جواب بیات" کس طرح لاتے ہیں، "جواب الجواب بیات" تک آواز کس طرح اٹھاتے ہیں۔

اس کے لیے آپ کو مثلاً: ایک اوڈیو کلپ سننی پڑے گی جس میں منشاوی کی مختلف تلاوتوں میں سے صرف "مقام بیات" کو کاٹ کر الگ کیا گیا ہو، اس کلپ کو بار بار سنیں، تا کہ "بیات" کی مضبوط جانکاری ہاتھ لگ جائے، اور پوری واقفیت حاصل ہوجائے، بلکہ فروعِ بیات کی گنگناہٹ دماغ میں فٹ ہوجائے، اور اسے آپ بسہولت زبان پر لاسکیں۔

جب آپ کی "بیات" پر مضبوط گرفت ہوجائے، تو آپ ایک پورے رکوع کو صرف بیات المنشاوی میں، بیات کے فروع سمیت پڑھ کر ریکارڈ کرلیں، پھر منشاوی سے موازنہ کرکے اصلاح کریں۔

اس تجربے کو بار بار دہرائیں، خوب مشق کریں، مزید نکھار پیدا کریں، اور ایک مقام کے اتقان سے پہلے دوسرے کی طرف نہ جائیں۔

دوسری بات: مجھے ترتیل کا اپنا فارمولہ تیار کرنا ہے، یعنی منشاوی کے ہر مقام کے طرز واسلوب کی مشق کرنے کے بعد، اپنی مہارت کا اندازہ لگالیں، یعنی مثلاً: مجھے بیات، رست، سیکا، ان تینوں کی پوری جانکاری حاصل ہوگئی، اور اپنی آواز کو ڈھالنا، ایک مقام کے اندر گھومنے، اور بہ آسانی دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونے کا سلیقہ آگیا ہے۔

جب کہ حجاز المنشاوی میں پختگی حاصل نہیں ہوئی، نہاوند المنشاوی ابھی میرا کچا ہے، عجم المنشاوی متوسط ہے، تو مجھے ترتیل کے فارمولے میں ان مقامات کو فی الحال نہیں لانا ہے، مقدم الذکر تین کو سیٹ کرکے فارمولہ بنانا ہے۔

یعنی اپنی ترتیل، بیات سے شروع فرمائیں، پھر رست کی طرف منتقل ہوں، پھر سیکا لائیے، پھر بیات کی طرف

لوٹ کر "صدق اللہ العظیم" کہہ کر تلاوت کا اختتام فرمائیے۔

ایک بار شیخ حجاج ہنداوی کا ایک انٹرویوسن رہا تھا، اس میں انہوں نے فارمولہ بنانے کی بات کہی تھی، اور کہا تھا کہ زبردستی تمام مقامات کو لانا ضروری نہیں ہے، جن پر پورا قابو ہو بس وہی پڑھیں۔

بارہویں بات: حلق، حنجرہ، آواز، اور سانس کو متاثر کرنے والی چیزیں:

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ہو، یا نعت خواں ہو، اس کے حنجرہ، آواز، اور سانس پر برا اثر ڈالنے والی چند چیزیں ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے، تاکہ عمدہ تلاوت اور اچھے انداز میں نعت ونظم پڑھنا آسان ہو۔

ایک بنیادی بات یہ ہے کہ حلق میں جو رگیں ہیں یا تار ہیں جن کو (حِبال صَوتیہ) کہتے ہیں، ان کا گرم رہنا ضروری ہے، تاکہ ان کی مومنٹ پھیلنے اور سکڑنے کے اعتبار سے طبعی و بلا تکلف ہو، نیز حلق میں بھی مناسب رطوبت کا رہنا ضروری ہے۔

اس لیے ہر قسم کی ٹھنڈی چیزوں سے گلے کی حفاظت اندر باہر سے ضروری ہے۔

ٹھنڈی چیز پانی ہو یا کوئی اور مشروب وہ گلے کی رگوں کو سکیڑ دیگا، جس کی وجہ سے آواز متاثر ہوگی، خراش پیدا ہوگی، اور حلق سوکھے گا، جس کو تر رکھنے کے لئے تھوک کا مادہ نکل کر پریشان کرے گا۔

اسی طرح گلے پر براہِ راست ٹھنڈی ہوا کا لگنا بھی مضر ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ مصری قراء اکثر اپنی گردن کو مفلر وغیرہ سے ڈھانپ کر رکھتے ہیں، تاکہ گلے کی رگیں گرم رہیں، اور آواز متاثر نہ ہو۔

غذاؤں میں جو چیزیں قراء کے لیے نقصان دہ ہیں، وہ یہ ہیں:

کیفین والی غذائیں:...... کیفین عام طور پر کافی، چائے، قہوہ وغیرہ میں پائی جاتی ہے، اور اس کے استعمال سے جسم میں پانی کی کمی ہوجاتی ہے، اور بلغم کا مسئلہ پیچیدہ ہوسکتا ہے۔

چکنائیاں اور تیل:...... چکنائیاں تیل گھی مکھن وغیرہ، یہ بھی بلغم پیدا کرتی ہیں، لہذا ان کا استعمال بھی کم سے کم کریں، خصوصا جانوروں کی چربی سے بنائی گئی چکنائیاں، نباتات سے بنائی ہوئی کے مقابلے میں زیادہ مضر ہیں۔

مرچ مسالے:...... یہ بھی آواز کو متاثر کرتے ہیں، ان کے استعمال میں بھی تقلیل ضروری ہے۔

دودھ دہی:...... دودھ دہی اور ان دونوں کے مشتقات بھی بلغم پیدا کرتے ہیں۔ مگر نیم گرم کافی کا ایک کپ تلاوت سے ایک آدھ گھنٹے پہلے پینا بعض قراء کا مجرّب نسخہ ہے۔ قاری عبدالباسط صاحب کا معمول تھا۔

شکم سیری:...... معدہ کے پُر ہوتے ہوئے بھی اچھی ترتیل ممکن نہیں ہے، نیز لمبی سانس لینا بھی دشوار ہوگا، کیونکہ معدہ سینے پر دباؤ ڈالے گا، جس کی وجہ سے پھیپھڑوں کا سانس سے بھرنا کم ہوگا۔ اس لیے قراءت سے تقریباً دوڈھائی

گھنٹے پہلے سے معدہ کو خالی رکھیں۔

جلسوں اور مقابلوں سے پہلے آرام:......بعض قراء وطلبہ یہ غلطی کرتے ہیں کہ جلسے کے دن تک یا ترتیل کے وقت کے قریب تک ترتیل کی مشق جاری رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے حلق تھکا ہوا، اور سانس پھولی ہوئی ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عین جلسے میں آواز بیٹھ جاتی ہے، یا قصرِ نفس کا عارضہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اس کے بجائے ایک آدھ دن گلے کو آرام دیں، اور اونچی آواز نکالنے سے احتراز کریں۔

سونف کی چائے:......بہت سے قراء سونف کو ابال کر بنائی ہوئی چائے پینے کا مشورہ دیتے ہیں، اس سے آواز میں سریلا پن پیدا ہوتا ہے، اور گلے کی مشکلات کا حل ہوتا ہے۔ پودینے کی چائے بھی مناسب ہے۔

شہد اور ادرک:......بلغم سے لڑنے کے لئے شہد مکمل غذا ہے۔شہد اور ادرک کو ملا کر استعمال کرنے سے بہت ہی زیادہ فائدہ ہوتا ہے، اور بلغم ختم ہوتا ہے۔

مسری (مصری) کی ڈلی:......اس کا چوسنا بھی آواز کو خوبصورت بناتا ہے، مجرب ہے، شاید اس کو مصری بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ قرائے مصر اس کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

پان تمباکو:......ان کی کثرت بھی اعضائے نطق، صفائیٔ حروف، حلق اور آواز کو متاثر کرتی ہے۔

مسواک:......سنت بھی ہے، اور دانت، حلق، گلے کی صفائی، اور بلغم کاٹنے کا بہترین آلہ بھی ہے۔

بس! یہ چند معروضات ہیں بقصدِ اصلاح ما استطعتُ، عاجز بھی اگرچہ اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہے، مگر کسی حد تک لہجات اور مقامات کی موزونیت اور عدمِ موزونیت کے فرق کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور مدارس میں فنِ ترتیل کا جو غیر معیاری ذوق بنتا جا رہا ہے اس پر اظہارِ غم بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سب کو فہم سلیم وذوق سلیم عطا فرمائے۔ آمین، بے ادبی کے لئے معافی۔

☆......☆......☆

مقالات ومضامین

سائنسی تحقیق ،عصری علوم اور دینی مدارس

Modern Education and MadarisScientific Research,

(دوسری اور آخری قسط)

جناب پروفیسر مبشر حسین رحمانی

کیا دینی مدارس کا مقصد سائنسی تحقیق کروانا ہے؟

جس طرح میڈیکل کالج کا مقصد طب کی تعلیم دینا ہے، انجینئر نگ یونیورسٹی کا مقصد انجینئر نگ کی تعلیم دینا ہے، لاء کالج کا مقصد قانون کی تعلیم دینا ہے، بعینہٖ اسی طرح دینی مدارس کا مقصد دینی علوم کی تعلیم دینا ہے، تاکہ علماء کی ایک معتد بہ تعداد معاشرے کی ضرورت کے لیے تیار ہو سکے اور جو اپنا تن من دھن لگا کر دین کی خدمت کر سکے۔ پھر دینی علوم میں شعبہ جات اتنے سارے ہیں کہ اس چھوٹی سی زندگی میں تمام شعبہ جات کے اندر مہارت حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اسی واسطے دینی مدارس میں مختلف تخصُّصات موجود ہیں، پھر ان تخصُّصات کے بعد بھی علم میں رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک لمبی عمر درکار ہے۔ اور بات صرف دینی علوم تک محدود ہوتی تو ٹھیک مگر دینی علوم اور مدارس کے اندر تقویٰ اور للّٰہیت کی لائن سے بھی بہت سارے میدان ہیں، جن کو طلبہ نے سر کرنا ہوتا ہے اور پھر کہیں جا کر ایک راسخ العقیدہ عالم اور مفتی تیار ہوتا ہے۔

اگر ہم مروجہ درسِ نظامی کے نصاب کو دیکھیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ پوری تندہی، خلوص اور لگن کے ساتھ آٹھ سے دس سال لگانے کے بعد دینی علوم کے اندر استعداد پیدا ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی صورتِ حال عصری علوم اور تحقیق کرنے والوں کو بھی پیش آتی ہے۔ اب چونکہ دینی مدارس کا مقصد دینی علوم کی استعداد پیدا کرنا ہوتا ہے تو طالب علم طب، کیمیا، قانون، ریاضی، اور دیگر سائنسی علوم میں مہارت حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں! البتہ بنیادی معلومات جو کہ عصری علوم کے طلبہ کو بھی دی جاتی ہیں، ان علماء حضرات کو بھی ملتی ہیں، مگر یہ اتنی ہی واقفیت ہوتی ہے جتنی کہ ایک ڈاکٹر کو انجینئر نگ کے شعبے سے ہوتی ہے، یا ایک وکیل کو ریاضی سے ہوتی ہے یا ایک کیمیا دان کو کمپیوٹر سائنس کے شعبے سے ہوتی ہے۔ اب جس طریقے سے کسی وکیل سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ کوئی ویکسین ایجاد کرے گا، یا کسی کیمیا دان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کمپیوٹر سائنس کے مشکل الگورتھمز Algorithms ایجاد کرے گا، بالکل اسی طریقے سے ایک عالمِ دین سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ سائنسی علوم میں مہارت حاصل کرے گا اور

کوئی سائنسی تحقیق کرے گا۔ خلاصہ کلام اس ساری بات کا یہ ہے کہ دینی مدارس کا کام سائنسی تحقیق کروانا نہیں ہے۔

دینی علوم میں علمائے کرام کا تحقیق اور پی ایچ ڈی کرنا:

الحمدللہ وفاق المدارس اور اکابر کی کوششوں کی وجہ سے درسِ نظامی کے فاضل کو ماسٹرز کے مساوی ڈگری دی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ یہ ماسٹرز کی ڈگری، ماسٹرز ان آرٹس (M.A)Masters in Arts کی ڈگری ہوتی ہے، جو کہ اپنے اندر چند اسلامی علوم کے تخصُّصات رکھتی ہے، مثلاً اسلامی تاریخ، فقہ، حدیث، تفسیر، علوم القرآن، عربی علوم، مختلف ادیان کا تقابلی جائزہ، دعوت، سیرۃ، تصوف، فلسفہ وعلم العقائد، وغیرہ۔ پھر انہی مضامین اور تخصُّصات کی بنیاد پر یہ علمائے کرام انہی علوم کے اندر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرتے ہیں اور اپنی تحقیق کو آگے بڑھاتے ہیں، مگر یہ تحقیق آرٹس کے مضامین سے متعلق ہیں، نا کہ سائنس سے متعلق۔ اسی طریقے سے بہت سے علمائے کرام معاشیات اور مینجمنٹ سائنس کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے ان علوم کے اندر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں اور کچھ علمائے کرام نے صحافت اور ماس کمیونیکیشن یعنی ابلاغِ عامہ کو اپنا مطمحِ نظر بنایا اور ان مضامین میں پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کیا۔ نیز کچھ علمائے کرام قانون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کرتے ہیں، لہٰذا اس سے ہم یہ نتیجہ نہیں اخذ کرسکتے ہیں کہ یہ علمائے کرام سائنس کے علوم کے اندر تحقیق کررہے ہیں۔

کوئی مسئلہ بتانے کے لیے علمائے کرام کا سائنسدان بننا ضروری نہیں:

یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب کسی ایک شعبے کے ماہر کو کسی دوسرے شعبے کے ماہر کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس سے استفادہ کرتا ہے، مثلاً جب کسی مقدمے کے اندر جج اور وکیل حضرات کو سائبر سیکورٹی سے متعلق چیزوں کو سمجھنا ہوتا ہے تو وہ کمپیوٹر کے ماہر سے اپنی مطلوبہ معلومات لینے کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طریقے سے جب کسی حکومتی وزیر کو کوئی پالیسی مرتب کرنی ہوتی ہے تو وہ متعلقہ شعبہ جات کے ماہرین سے رجوع کرنے کے بعد اپنی پالیسی مرتب کرتے ہیں۔ کہیں بھی یہ سوال نہیں ہوتا کہ وہ جج، وکیل یا حکومتی وزیر سب کچھ چھوڑ کر اس متعلقہ علم کو حاصل کرنے لگ جائے۔ بعینہ اسی طریقے سے دینی علوم کے ماہر حضرات یعنی مفتیانِ کرام جب کسی مسئلے سے متعلق کوئی معلومات لینا چاہتے ہیں تو مختلف شعبوں کے ماہرین سے معلومات لے کر شریعت کے احکامات بتادیتے ہیں، جیسے اگر کسی چیز کی حلت وحرمت پر بات کرنی ہے تو پہلے مفتیانِ کرام متعلقہ فوڈ سائنس کے ماہرین اور کیمیکل انڈسٹری کے ماہرین سے معلومات لے کر اسلامی حکم بتادیتے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر کسی سائل کو کوئی مشکل معاشی مسئلہ پیش آتا ہے تو

مفتیانِ کرام متعلقہ ماہرین سے رجوع کرنے کے بعد متعلقہ مسئلے کا حکم تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیتے ہیں۔تو حاصل اس ساری بات کا یہ ہے کہ علمائے کرام کا کسی مسئلے کو بتانے کے لیے ان علوم کا ماہر یعنی سائنس دان بننے کی ضرورت نہیں ہے۔

سائنسی تحقیق کے پیچھے مادیت جبکہ دینی تحقیق کے پیچھے دین کی خدمت کا جذبہ:

مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ سائنسی تحقیق اور عصری علوم کی جامعات کے اندر اور بالخصوص پاکستان کی جامعات کے اندر طلبہ کا ذہن اس طریقے سے بنایا جاتا ہے کہ اگر میڈیکل ڈاکٹر بنو گے، انجینئر بنو گے تو اچھی نوکری ملے گی، اور جب اچھی نوکری ملے گی تو تنخواہ اچھی ہوگی اور پھر سارے مسائل کا حل نکل آئے گا، یعنی اساتذہ کرام سے لے کر طلبہ تک، پورے نظام میں مادیت کی سوچ کارفرما ہے، الا ماشاء اللہ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ سائنسی تحقیق کے پیچھے نیت انسانیت کی خدمت ہو اور سائنسی تحقیق کی ترویج واشاعت ہو اور اگر ہم دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں اور تحقیق کرنے والوں کو دیکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ تحقیق کرتے ہیں، تاکہ اپنے سائنسی شعبے اور انسانیت کی خدمت کرسکیں، مگر اس کے باوجود بھی بنیادی طور پر مادیت ہی ان کی ساری جدوجہد کا مرکز ہوتا ہے۔اس کے برعکس دینی مدارس اور علمائے کرام کا مقصد خالص دین کی خدمت ہوتا ہے اور ان میں دین کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے اور اسی خلوص کی برکت سے یہ چٹائیوں پر بیٹھنے والے علمائے کرام بلا کسی معاوضہ کے اپنی پوری پوری زندگیاں دین اور دینی علوم کی خدمت میں وقف کر دیتے ہیں۔

اب جبکہ ہم دینی مدارس کے علمائے کرام عصری جامعات کی طرف راغب ہوں گے تو لامحالہ ان کے اندر بھی دنیا حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہوگی اور اگر وہ دنیاوی لوگوں کی طرح مسابقت نہیں کریں گے تو پھر وہ ان عصری علوم میں پیچھے رہ جائیں گے، لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی علوم کی خدمت کے اندر اخلاص اور للّٰہیت جیسے عناصر کو عنقاء ہونے سے بچایا جائے اور اس کے لیے اکابر کی ترتیب پر علم حاصل کرتے ہوئے دینی مدارس صرف دینی علوم پر توجہ دیں۔

دینی مدارس میں جدید فقہی مقالات کی تدوین واشاعت اور ان کا معیار:

الحمدللہ یہ بات لکھتے ہوئے بہت مسرت ہوتی ہے کہ دینی مدارس اپنے کام کے اندر نہ صرف ماہر ہیں، بلکہ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنا لوہا پوری دنیا کے اندر منوایا ہے۔ مجھے عصری علوم کے طالب علم کی حیثیت سے جب دینی مدارس سے نکلنے والے جدید فقہی مقالات، مضامین وتحقیقات دیکھنے کا موقع ملتا ہے تو دل خوشی سے

جھوم اُٹھتا ہے۔ نیز جب ہم تخصص کے شعبہ جات سے فارغ التحصیل مفتیانِ کرام کا تحقیقی کام دیکھتے ہیں تو وہ بھی بہت اعلیٰ اور معیاری قسم کا ہوتا ہے۔تحریر کے اسلوب سے لے کر تحقیقی مواد تک اور پھر مضمون کے ڈھانچے سے لے کر مصادر تک، تمام ہی کام انتہائی اعلیٰ معیار کا ہوتا ہے۔ان دینی مدارس کے نظم کے تحت جو باقاعدہ مجموعہ فتاویٰ جات شائع ہوتے ہیں، وہ اپنے اندر انتہائی اعلیٰ درجے کا تحقیقی موادر کھتے ہیں اور ان کے اندر علوم کا ایک خزانہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جو رسائل و جرائد مختلف دینی مدارس شائع کرتے ہیں، وہ بھی نہایت اعلیٰ معیار کے ہوتے ہیں۔دینی مدارس کے اندر جو تحقیق ہو رہی ہے اس کو ہم اس طرح سے بیان کر سکتے ہیں۔

یہ بات ہمیں ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو تحقیق دینی مدارس کے اندر سائنسی شعبوں سے متعلق ہو رہی ہے، وہ بنیادی سائنسی تحقیق نہیں ہے، بلکہ وہ سائنسی شعبوں سے متعلق جو فقہی احکامات ہیں، اس سے متعلق تحقیق ہے، مثلاً کمپیوٹر سائنس سے متعلق تحقیقی مضمون بلاک چین (کرپٹوکرنسی – بٹ کوائن) سے متعلق یہ دینی مدارس تحقیق نہیں کر رہے، بلکہ کمپیوٹر کے ماہرین اور سائنسدانوں سے بلاک چین (کرپٹوکرنسی) کے کام کرنے کے انداز کو سمجھ کر اس کے دینی احکامات بتارہے ہوتے ہیں۔

مروجہ سائنسی تحقیق کا ماڈل اور اس کا دینی تحقیق و فقہی مقالات پر اطلاق:

آج کل کی دنیا میں جو مروجہ سائنسی ماڈل تحقیق کے حوالے سے موجود ہے، اس میں جامعات کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ پھر ان جامعات کا حکومتی اداروں، پالیسی ساز اداروں، اور انڈسٹری کے ساتھ تعامل بھی ہونا چاہیے اور ان جامعات کی فنڈنگ کا نظام ایک مربوط طریقے سے چل رہا ہے۔انہی جامعات سے پھر سائنسدان تیار ہوتے ہیں، جو کہ اپنے اپنے سائنسی شعبہ جات کے اندر مختلف مضامین پر تحقیقی کام کرتے ہیں۔ایک سائنسدان اور پروفیسر کو جو وسائل میسر آتے ہیں اس کی بنیاد پر وہ پورا اپنا ریسرچ سینٹر بناتا ہے اور اپنے جیسے دیگر سائنسدانوں کے گروپ کو ملا کر سائنسی تحقیق کو آگے لے جانے کی سعی کرتا ہے، اس کے لیے اس کو فنڈنگ بھی چاہیے ہوتی ہے، جو کہ اس کو مختلف ذرائع سے آسانی کے ساتھ میسر آجاتی ہے اور اس کی بنیاد پر وہ دیگر طلبہ کو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی تفویض کرتا ہے، نیز اپنے سائنسی تحقیقی کام کو بھی آگے بڑھاتا ہے۔ جو بھی یہ سائنسدان تحقیق کرتا ہے اس تحقیق کو سائنسی مضامین اور مقالات کی شکل میں شائع کیا جاتا ہے اور پھر انہی مقالات کی بنیاد پر اس سائنسدان کا اگلے گریڈ پر ترقی اور دیگر ذرائع آمدن کے مواقع میسر آتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مروجہ سائنسی تحقیق ماڈل کے اندر تحقیقی مقالات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

سائنسی مقالہ جات کیوں لکھے جاتے ہیں؟

پی ایچ ڈی ڈگری کے حصول کے لیے

پروفیسر کے عہدے تک پہنچنے کے لیے

فنڈنگ حاصل کرنے کے لیے

کوئی نئی چیز ایجاد کرتے وقت

تحقیق کرنے کے لیے

سائنسی تحقیق کو عام کرنے کے لیے

ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کی سپرویزن کے لیے

سائنسی دنیا میں اپنا لوہا منوانے کے لیے

اس کے بالمقابل اگر ہم دینی مدارس کی بات کریں اور تخصص کی بات کریں تو وہاں کا تحقیق کا ماڈل مروجہ سائنسی ماڈل سے مختلف ہے، مثلاً دینی مدارس کے اندر جو تخصص کے مقالہ جات لکھے جاتے ہیں، ان کے اندر Peer Review Process یعنی تحقیقی مقالہ جات کو پرکھنے کے معیار کا طریقہ مروجہ سائنسی طریقے کے مطابق نہیں ہوتا، نیز ان فقہی مقالہ جات کی عالمی سطح پر کوئی اشاعت نہیں ہوتی اور خاصی پذیرائی بھی نہیں ملتی۔ ہاں! البتہ بعض مرتبہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک تخصص کا طالب علم اپنے فقہی مقالہ کو عالمی سائنسی تحقیقی جریدے میں اشاعت کے لیے بھیجتا ہے، مگر اس کے لیے اس فقہی مقالے کو اس جریدے کے اصول وضوابط کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے اور یہ کافی محنت طلب کام ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی دینی مدرسے کا فقہی رسالہ مثلاً 'بینات' یا 'البلاغ' عالمی سطح پر سائنسدانوں کے یہاں تسلیم ہو جائے؟ اس کا جواب نفی میں ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو سائنسی جرائد ہوتے ہیں ان کو اپنے آپ کو رجسٹرڈ اور انڈیکس کروانا پڑتا ہے، سائنسی ریگولیٹری باڈیز کے پاس اور ان کے کچھ بیس سے اوپر اصول ہیں، جن کی بنیاد پر وہ ان جرائد کو تسلیم کرتے ہیں، ان اصولوں پر کاربند ہونے سے دینی جرائد کی خودمختاری پر اثر پڑے گا، اس واسطے یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ یہ دینی جرائد سائنسی دنیا میں تسلیم کیے جاسکیں۔ پھر یہاں پر یہ سوال بھی بجا ہے کہ دینی مدارس کو ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ علمائے کرام کا مقصد ڈگریوں کا حصول نہیں، نیز پیسوں اور اعلیٰ عہدوں کا حصول بھی ان کا مقصد نہیں تو پھر وہ یہ راستہ اختیار ہی کیوں کریں؟!

وفاق المدارس کے نظم کے تحت فقہی مقالات کی تدوین واشاعت اوران کے جانچنے کا ملکی نظم:

الحمدللہ وفاق المدارس کے نظم کے تحت مدارس کی نمائندہ جماعت کا ماہنامہ شمارہ ''وفاق'' وفاق المدارس سے متعلق خبروں کو چھاپتا رہتا ہےاوراس کے اندر مختلف تحقیقی مقالہ جات بھی چھپتے رہتے ہیں۔ایک ترتیب یہ بھی شروع کی جاسکتی ہے کہ وفاق المدارس ایک بین الاقوامی تحقیقی جریدے کا اجراء کرے اوراس کے اندرایک ایڈیٹوریل بورڈ Editorial Board تشکیل دیا جائے، جس کے اندر ایڈیٹر اِن چیف اور ایڈیٹرز ہوں اور یہ تمام حضرات پورے پاکستان کے نامور علمائے کرام ہوں اوراپنے اپنے دینی شعبہ جات میں مہارت رکھتے ہوں، اور پھر پورے پاکستان کے تمام مدارس کے تخصص کے طلبہ تحقیقی مقالہ جات اس جریدے کے اندر چھاپنے کے لیے بھیجیں۔ پھران فقہی مقالہ جات کی مروجہ سائنسی طریقے کے مطابق جانچ پڑتال کی جائے اورصرف انہی فقہی مقالہ جات کواس جریدے کا حصہ بنایا جائے جوکہ متعین کردہ معیار پر پورا اُترتے ہوں۔اس سارے نظم کے تحت پورے پاکستان کے فقہی مقالات کوایک دینی جریدے کی شکل میں شائع ہونے کا باقاعدہ موقع مل جائے گا۔

علمائے کرام کی خدمت میں کچھ گزارشات:

آخر میں گزارش یہ ہے کہ جوعلمائے کرام اورمفتیانِ کرام پاکستان کی عصری علوم کی جامعات سے پی ایچ ڈی اور تحقیق کررہے ہیں توان کوخصوصی طور پرمحتاط ہونے کی ضرورت ہے۔آج کل چونکہ ہمارے ملک پاکستان کی عصری جامعات کے اندر بنیاد چونکہ ڈگری اور پیسے کا حصول ہےاورتحقیق ان کا مقصد نہیں ہے تو لامحالہ یہ چیز ہمارے علمائے کرام کے سامنے بھی پیش آئے گی اور جوعلمائے کرام اورمفتیانِ کرام ان عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کریں گے،ان کے اندرسائنسی استعداد کی کمی ہوگی اوروہ یہ سمجھیں گے کہ سائنس اسی کا نام ہے، جوکہ انہوں نے ان عصری جامعات کے اندرسیکھی ہے۔اب اگراصولی طور پر دیکھا جائے توقصوران عصری جامعات اورسائنسدان حضرات کا ہے جوکہ غیر معیاری تحقیق کروارہے ہیں اوراسی کی بنیاد پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تفویض کررہے ہیں۔

انتہائی ادب کے درجے کے اندررہتے ہوئے ہم علمائے کرام کی خدمت میں کچھ گزارشات رکھنا چاہتے ہیں:

☆......پہلی چیز تو یہ ہے کہ اگرہم نے سائنسی علوم پرکام کرنا ہےتو پھران کے اصولوں اورمعیارات کے مطابق ہی تحقیق کرنی ہوگی۔اس میں سب سے بنیادی بات تو سائنسی تعلیم کا حصول ہےاور پھراس میں رسوخ ہے۔اگر پروفیشنل ڈگریوں کی بات کی جائے تو چاہے آپ حکومتی اسکولوں سے پڑھے ہوں یا کیمبرج نظامِ تعلیم والےاسکولوں

سے، آپ پروفیشنل ڈگری کا حصول کریں گے، مثلاً آپ انجینئرنگ کے شعبے میں یو ای ٹی سے انجینئر کی ڈگری حاصل کریں گے اور اگر آپ طب کے شعبے سے منسلک ہونا چاہتے ہیں تو کسی میڈیکل یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کریں گے، پھر اس کے بعد ان شعبوں میں مہارت حاصل کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے، جیسا کہ ایم فل اور پی ایچ ڈی ڈگریاں ہیں، اور پھر ان کے بعد پوسٹ ڈاکٹریٹ بھی ہو جائے تو سونے پر سہاگہ ہے۔
اس سارے پروسس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ایک طالب علم جو کہ اگر بہترین انگریزی اسکولوں سے تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنی زندگی کے ۱۶ یا ۱۷ سال کھپانے کے بعد وہ انجینئر یا میڈیکل ڈاکٹر بنتا ہے، پھر اگر بہت ہی اعلیٰ نمبروں کے حصول کے بعد وہ ایم ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرلے تو پھر کہیں جا کر وہ ایک عام سا محقق اور سائنسدان بنتا ہے، جس کو اپنے شعبے کی محض شُد بد ہی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ ایک طالب علم جو کہ درسِ نظامی سے فارغ ہو اور تخصص کرنے کے بعد وہ عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلے تو یہ ایک مشکل کام ہے۔
سوال یہ ہے کہ میں اس کام کو مشکل کیوں کہہ رہا ہوں؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو دینی مدارس سے علماء اور مفتیانِ کرام درسِ نظامی اور تخصص سے فارغ ہو رہے ہیں، وہ انجینئر یا ڈاکٹر نہیں ہوتے، ہاں! البتہ چونکہ ایچ ای سی اُن کو ماسٹرز کے مساوی ڈگری دے دیتی ہے تو اس بنیاد پر وہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے اندر داخلہ لے لیتے ہیں اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کا حصول بھی کر لیتے ہیں، مگر سائنسی شعبوں میں جیسا کہ طب، ارضیات، فلکیات، طبعیات وغیرہ میں یہ ڈگریاں نہیں ہوتیں۔ تو یہ کہنا مناسب نہیں ہوگا کہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ اگر عصری علوم پر مہارت بھی حاصل کرلیں اور عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل بھی کرلیں تو وہ سائنسدان بن جاتے ہیں۔
☆......دوسری گزارش یہ تھی کہ اگر علمائے کرام اور مفتیانِ کرام عصری جامعات سے تحقیق اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں تو تحقیق عالمی معیار کی کرنا ہوگی۔ اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ عالمی معیار کی تحقیق کیسے کی جائے؟ تو اس کے لیے ہم دنیا کی بہترین جامعات کے اندر ہونے والی تحقیق کا اپنی تحقیق سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں، اس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ ہماری تحقیق کی کتنی وقعت ہے!۔ نیز ہم یہ بھی کوشش کریں کہ ہماری تحقیق عالمی معیاری سائنسی جرائد کے اندر چھپے اور اس کے لیے ہم Clarivate کی سائنسی جرائد کی لسٹ کے اندر سے اعلیٰ معیار کے سائنسی جرائد منتخب کر سکتے ہیں۔
☆......تیسری گزارش یہ تھی کہ عالمِ اسلام کے اندر بہت ہی اعلیٰ اور معیاری قسم کی تحقیق کا کام مدارس کینظم کے تحت سرانجام دیا جا رہا ہے اور اس کی مثال وہ مقالہ جات ہیں جو کہ بینات، البلاغ، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، وغیرہ اور

دیگر جرائد کے اندر چھپ رہے ہیں اور یہ مقالہ جات انتہائی اعلیٰ معیار کے ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ تخصص کے طلبہ اپنے تحقیقی مضامین ان جرائد کی زینت بناتے ہیں، مگر بنیادی طوری پر یہ رسائل وجرائد سائنسی نہیں ہیں۔ اب اگر ہمیں سائنسی تحقیق کرنی ہے تو ہمیں اپنی تحقیق کو سائنسی جرائد ورسائل کے اندر چھپوانا ہوگا۔

اسی طرح سے ہمارے اکابرین بار بار یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ مدارس کا مقصد سائنسدان یا انجینئر یا ڈاکٹر پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ ایسے رجالِ کار تیار کرنا ہے جو کہ علومِ اسلامی میں مہارت رکھتے ہوں، تاکہ دین کی خدمت پوری یکسوئی کے ساتھ کر سکیں۔ اب چونکہ کچھ مدارس علمائے کرام کو سائنسی تحقیق اور پی ایچ ڈی کی طرف راغب کر رہے ہیں تو ہمیں اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ وہ سائنسی تحقیق کریں اور ان کی سائنسی تحقیق اعلیٰ معیار کی ہو۔

دوسری اہم چیز! اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ مدارس سے بھی سائنسدان اور انجینئر اور میڈیکل ڈاکٹر حضرات کو نکلنا چاہیے تو پھر ان مدارس کی ضرورت کیا ہے؟ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک نئی میڈیکل یونیورسٹی یا انجینئرنگ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لاتے ہیں تو وہ تو پہلے سے ہی موجود ہیں اور نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان کی تعداد ۲۲۹ کے قریب ہے۔ اتنی وافر مقدار موجود ہونے کے باوجود پھر ان نئی یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں کیوں لایا جائے؟ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ اس واسطے قیام میں لایا جائے، تاکہ ہم دینی ذہن کے انجینئرز، سائنسدان، اور ڈاکٹر تیار کر سکیں تو سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکے گا؟ اصل میں ان کے اندر داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا تو آپ کیسے یہ قدغن لگائیں گے کہ سارے کے سارے دینی ذہن والے ہی داخلہ لیں گے اور کیسے حکومت اس بات کی اجازت دے گی اور کیسے عالمی ایکریڈیشن باڈیز اُن کی اسناد کو تسلیم کریں گی؟ یعنی یہ عصری علوم کی جامعات مدارس کے نظام کے ماتحت تو نہیں ہیں کہ ان کے اندر صرف اور صرف دینی رجحان کو دیکھتے ہوئے داخلے دیئے جائیں، اس میں تو معاشرے کے تمام طبقات داخلہ لینے کے اہل ہوں گے، اگر وہ میرٹ کی بنیاد پر اُترتے ہوں۔

جب ہم مسلمان سائنسدانوں کی بات کرتے ہیں تو ان میں ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، فخر الدین رازی، ابو نصر محمد بن محمد فارابی، ابن سینا، محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام غزالی، اور ابن خلدون قابلِ ذکر ناموں میں نظر آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر سائنسدان طب، فلکیات، طبیعات، کیمیا، فلسفہ، علم الکائنات (کونیات)، مابعد الطبیعات، منطق، ریاضی اور جغرافیہ وغیرہ سائنسی علوم کے ماہر تھے۔ تو اگر ہمیں بحیثیت مسلمان سائنس کی دنیا میں اپنا نام پیدا کرنا ہے تو یہ بات ناگریز ہے کہ ہم ان سائنسی علوم پر محنت کریں۔ اگر طب کی دنیا میں مسلمانوں کا نام پیدا کرنا ہے تو پھر طب کے مضامین پر عالمی سطح کی معیاری تحقیق کرنا ہوگی، اگر فلکیات پر مسلمان سائنسدانوں کو سکہ جمانا ہے تو پھر فلکیات پر ہم رسوخ پیدا کریں اور اگر ریاضی کے میدان میں مسلمانوں کا نام پیدا کرنا ہے تو پھر ریاضی کے علوم پر تحقیق کرنا

ہوگی۔ اگر بحیثیت قوم ہم یہ چاہتے ہیں کہ پھر ہماری صفوں میں سے البیرونی، رازی، فارابی، ابن سینا، خوارزمی، غزالی اور ابن خلدون جیسے جید سائنسدان پیدا ہوں تو پھر ہمیں سائنس کے میدان میں ترقی کرنا ہوگی اور جیسا کہ ہم اس مضمون کے شروع میں بیان کر چکے ہیں کہ پاکستان میں عصری جامعات اور ان کے اندر ہونے والی تحقیق عالمی سطح اور معیار کی نہیں ہے، لہٰذا خالی ہمارے عزم کرنے سے ہم اس خلا کو پُر نہیں کر پائیں گے، بلکہ اس کے لیے ہمیں اپنی عصری جامعات اور ان میں ہونے والی تحقیق کے معیار کو بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوں گے اور یہ عصری جامعات، ان کے عہدے داران اور پاکستانی سائنسدانوں کا میدان ہے، جس پر وہ ایک حکمتِ عملی تیار کریں اور یہ مدارس کے دائرہ کار کے اندر نہیں آتا۔

اگر ہم تیسری چوتھی صدی کے مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ایک ہی چھت کے نیچے مختلف علوم حاصل کرتے تھے۔ ایک لمحے کے لیے اگر ہم یہ نظام پاکستان میں نافذ کر دیں تو ہمارے پاس پاکستان کے اندر تعلیمی ادارے ہوں گے جو کہ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تدریس بھی دیں گے اور پھر جو طالب علم جس شعبے کے اندر مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس شعبے کو اختیار کر لے گا، مثلاً ایک طالب علم انٹرمیڈیٹ تک دینی اور عصری علوم حاصل کرے گا اور پھر وہ اپنے پسندیدہ شعبے کے اندر مہارت حاصل کرنے کے لیے بیچلرز، ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرے گا، یہاں پر وہ چاہے تو انٹرمیڈیٹ کے بعد طب کے شعبے کو اختیار کر لے اور چاہے تو اسلامی تاریخ کے مضمون کو اختیار کرتے ہوئے اس کے اندر بیچلرز، ماسٹرز، اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرے۔ اس سے یہ ہوگا کہ یہ جتنے بھی مدارس موجود ہیں، وہ اس طریقے سے فعال نہیں رہیں گے جس طرح سے آج کے حالات میں موجود ہیں اور عصری علوم کا تو حال ہم اپنی جامعات میں دیکھ چکے ہیں تو پھر ہم اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔ تو خلاصہ کلام اس سارے مضمون کا یہ ہوا کہ اگر ہم سائنسی دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو عصری جامعات اور ان میں ہونے والی تحقیق کے معیار کو ہمیں بڑھانا ہوگا، نہ کہ مدارس کے نظام کو تبدیل کر کے ان میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھانے شروع کر دیئے جائیں، وہ بھی اس نیت سے کہ ایسا کرنے سے ان مدارس سے بھی سائنسدان پیدا ہو سکیں۔

☆......☆......☆

دینی مدارس......تعمیر اخلاق کے مراکز ہیں

مولانا عطاء اللہ عارف

تمام انبیاء اور رسل کی زندگیوں میں سب سے اہم چیز ان کی مبارک تعلیمات ہوتی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی سب سے اہم چیز آپ کی پاکیزہ تعلیمات ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

''مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے''(الحدیث)

اور صرف معلم ہی نہیں بلکہ معلم اخلاق بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ارشاد گرامی ہے۔''مجھے اللہ تعالی نے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا ہے''(الحدیث)

اللہ تعالی نے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اور بے شک آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں" (القرآن) آپ پر قرآن مجید (کتاب الاخلاق) نازل فرما کر اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے لیے اخلاقیات کا ایک عظیم رہبر ورہنما متعین فرما دیا۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور کے اخلاق کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضور کے اخلاق قرآن کریم ہے۔مندرجہ بالا گزارشات سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلم اخلاق اور قرآن مجید کتاب الاخلاق ہے۔

دینی مدارس اور اخلاق کے حوالے سے اگر اتنا ہی کہہ دیا جائے تو کافی وشافی ہوگا کہ ان دینی درس گاہوں کا موضوع اور مقصود قرآن کریم (کتاب الاخلاق) اور معلم اخلاق کے پاکیز و ارشادات کی تعلیم وترویج ہے جو قال اللہ وقال الرسول کی صورت میں ہر دینی درس گاہ کی صدائے بازگشت بنی ہوئی ہے،جس کے ذریعے پاکیزہ اخلاق نشو ونما پاتے ہیں اور مردہ دلوں کو حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے۔

اخلاق کی تعریف:

......دینی مدراس اور اخلاق کے موضوع پر مزید گفتگو کرنے سے قبل اخلاق کی تعریف کر دینا زیادہ مفید ہوگا۔ ''اخلاق'' عربی زبان کا لفظ ہے۔مفرد اس کا خلق آتا ہے بمعنی عادت اور طبیعت کے،اچھی عادات کو اخلاق حسنہ اور بری عادات کو اخلاق سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔محققین نے اخلاق کی جامع تعریف یوں کی ہے۔اخلاق ایسا ملکہ

نفسانی (باطنی ملکہ) ہے جس کے ذریعے انسان اپنے کاموں پر بسہولت عمل پیرا ہوتا ہے۔مختصر طور پر اخلاق نام ہے تخلی عن الرذائل اور تحلی بالفضائل کے مجموعے کا۔جس سے اس نظریے کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے جو عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ اخلاق دو میٹھے بول بول لینے یا چہرے پر مسکراہٹ سجا لینے کا نام ہے چاہے وہ شخص دین وملت کا کتنا ہی بڑا دشمن ہو کرپشن، چوری، ڈاکہ، قومی دولت لوٹنے اور اس جیسے بہت سے موذی جرائم میں مبتلا ہو۔

ایسے لوگ بظاہر اخلاق، خوش لباس، خوش گفتار، نظر آتے ہیں۔کافر کی اس قبر کی مانند جو بظاہر خوبصورت اور دیدہ زیب ہوتی ہے اور اندر سے جہنم کا ایندھن بنی ہوئی ہے۔

دین اور اخلاق:

......پاکیزہ اخلاق کا حصول دین اسلام اور دینی مدارس کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔مدارس دینی تعلیمات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کی تعمیر میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔خصوصا پاکستان، ہندستان اور بنگلہ دیش کے دینی مدارس اخلاق حسنہ کی تعمیر میں اپنی مثال آپ ہیں۔ان دینی درسگاہوں میں میراث نبوت (علوم دینیہ) کی وہ اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے جس کے بغیر اخلاقی اقدار کا حصول سرتاپا سراب ہے۔

ان دینی درس گاہوں میں طلبہ کو روحانی اور اخلاقی زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے۔طالبان علوم نبوت کو ہر بری عادت مثلا جھوٹ، گالی گلوچ، بدتمیزی، فضول اور غیر اخلاقی لٹریچر، ناول بینی، وغیرہ جیسی مختلف برائیوں سے نہ صرف اجتناب اور پرہیز کی ہدایت کی جاتی ہے بلکہ عملی طور پر ان کو ان برائیوں سے روکنے کی ہر ممکن کوشش بھی کی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو کسی بھی دینی درس گاہ میں کسی بھی بداخلاقی کے عمل مثلا ہڑتال، مظاہرہ، کلاسوں کا بائیکاٹ، پولیس اور رینجرز کی چیکنگ تک نوبت آنے جیسے واقعات سننے کو نہیں ملیں گے۔جبکہ دیگر اداروں مثلا کالجز یونیورسٹیز میں یہ شب وروز کا معمول بنا ہوا ہے۔

طلباء کرام کو ہر اخلاقی وصف سے آراستہ کرنے کی حتی المقدور سعی اور کوشش کی جاتی ہے۔مثلا اچھا رہن سہن، اچھا طرز گفتگو، ادب واحترام، اچھی عادات، اصلاح معاشرہ، خدمت دین، خلق خدا سے محبت، توکل مع اللہ جیسے اخلاق حسنہ کی تربیت وتعلیم دی جاتی ہے۔دینی درس گاہوں میں طلبہ کی اخلاقی تربیت کی مختلف صورتیں ہیں۔

(ا) تزکیہ نفس:......چونکہ اخلاق حسنہ کی تکمیل تزکیہ نفس کے بغیر ناممکن ہے اس واسطے طلبہ کرام کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔بعض مدارس میں بزرگ اساتذہ سے طلبہ کا روحانی اور اصلاحی تعلق قائم ہوتا ہے اور ہفتہ میں ایک بار طلبہ کی اخلاقی وروحانی اصلاح کے لیے خصوصی مجلس قائم کی جاتی ہے البتہ بعض طلبہ خود اپنے طور پر بھی کسی بزرگ سے تعلق قائم کر لیتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اصلاح کی غرض سے ان کے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

(۲) دعوت وتبلیغ:......طلبہ کرام جہاں علم دین حاصل کرتے ہیں وہاں دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں، تبلیغی اجتماعات اور بیانات میں اپنا فارغ وقت اور چھٹیاں صرف کرتے ہیں جہاں ان کی باطنی اصلاح ہونے کے ساتھ ساتھ خلق خدا سے محبت اور دعوت دینے کے جذبات ابھرتے ہیں۔

اس کے علاوہ دینی مدارس کے اساتذہ بھی درس کے اوقات میں وقتا فوقتا طلبہ کرام کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔غرض یہ کہ دینی مدارس میں جہاں دوسرے شعبوں میں کام ہو رہا ہے وہاں طلبہ کی اصلاحی و اخلاقی تربیت بھی سرفہرست ہے۔

طلبہ کا اخلاقی معیار:

دینی مدارس میں جو طلبہ پڑھتے ہیں ان کا اخلاقی معیار بلند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بزرگوں کی طرز زندگی پر ان کو ڈھالا جاتا ہے۔ دینی مدارس کے ماحول میں احکام دین کی پابندی اور نشست و برخاست کے اندر احتیاط بھی ایک قدرتی امر ہے۔ اساتذہ اور بڑوں کی عزت و تکریم ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اساتذہ کے سامنے انتہائی ادب سے بیٹھنا، اونچی آواز سے نہ بولنا، استاد کے آنے پر کھڑے ہوجانا، ان کی جوتیاں سیدھی رکھنا، ان کی خدمت کو سرمایہ افتخار سمجھنا دینی مدارس کے طلبہ کی وہ امتیازی خصوصیات شمار کی جاتی ہیں جو دوسروں کو کم ہی نصیب ہیں۔

کھانا انسان کی روزمرہ ضروریات میں سے ہے بڑے بڑے پروگراموں اور پارٹیوں میں یہ منظر بھی بارہا دیکھنا نصیب ہوا کہ جب کھانے کے لیے دو دو گھنٹے انتظار کرنے اور وقت برباد کرنے کے بعد کھانا ملتا ہے تو اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ، بڑے بڑے عہدے دار، امراء وزراء اور حکام جس طرح کھانے کی میزوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو شرم کے مارے آنکھیں جھک جاتی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس طبقہ عالیہ کے اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے۔

جبکہ دوسری طرف چٹائیوں پر پا بیٹھنے والے دینی مدارس کے بااخلاق طلبہ رزق کی جس طرح عزت واحترام کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ باقی دنیا والوں کو بھی ان بوریا نشینوں کے طفیل رزق مل رہا۔

دینی اور دنیاوی درسگاہوں میں طلبہ کے امتحانات ہوتے ہیں۔ جہاں تک دنیاوی درس گاہوں، اسکول، کالجز کے امتحانات کا تعلق ہے۔ تو اپنے ملک کے اسکول اور کالجز کے اسٹوڈنٹس کے اخلاق کا یہ حال ہے کہ کسی اور شخص کے ذریعے امتحان دلوانا، امتحان ہال میں نقل کرنا، مائیکرو بنا کر نقل کے فن کو ترقی دینا وغیرہ غیر اخلاقی حرکات کا ظہور ہمیشہ کا معمول بن چکا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اعتبار سے پاکستان کا شمار دنیا کے تمام ملکوں کی صف میں سب سے آخر میں ہوتا ہے۔

جبکہ دینی درس گاہوں کے طلبہ کی اخلاقی کارکردگی اس طرح ہے کہ امتحان ہال میں نقل کرنا تو دور کی بات ہے تین گھنٹے کے پرچے کے دوران آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرنا بھی محال ہے۔ اور یہ ہمارا چیلنج ہے کہ پاکستان کا کوئی بھی اسکول کالج ایسا امتحانی سینٹر نہیں پیش کرسکتا۔ جن لوگوں نے دینی درس گاہوں کے امتحانی سینٹرز دیکھے ہیں وہ اب تک انگشت بدنداں ہیں۔

دینی طلبہ معاشی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں، یہ معاشی کمزوری ان میں فقر وغنا کے وہ جذبات پیدا کردیتی ہے جس کے نتیجے میں زہد، صبر وقناعت، توکل مع اللہ جیسے پاکیزہ اخلاق جنم لیتے ہیں۔ روکھی سوکھی کھا کر بھی ان کی زبان سے خدا کا شکر ہی ادا ہوتا ہے۔ سستے قسم کے کپڑے پہن کر اور بوریا نشیں ہوکر بھی ان کا عالم یہ ہوتا ہے:

جو تیری یاد میں بیٹھے ہر اک سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیمان تھا

دینی مدارس کے علماء کا اخلاق

دینی مدارس کے علماء وصلحاء معاشرے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خلق خدا سے محبت، دین کی اشاعت دعوت الی اللہ، اور اصلاح معاشرہ اور مسلم امت کی فلاح کا جذبہ ہر وقت ان کے دل میں موجزن رہتا ہے۔

دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء اور اکابرین امت کی سوانح کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے اخلاق وکردار پر رشک ہے۔ دور کی بات نہیں ہے ماضی قریب ہی میں قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، فقیہ امت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، عارف باللہ مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وغیرہ ہستیاں کردار واخلاق کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ جن کے اخلاق وکردار نے آج تک ان کی محبت وعقیدت کو لوگوں کے قلب ودماغ میں قائم ودائم رکھا ہوا ہے۔

ہمارے بزرگ حضرت مولانا فضل محمدؒ نے جو حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے ایک مرتبہ حضرت مدنی کا واقعہ سنایا۔ حضرت مدنیؒ ریل کے سفر میں تھے دوران سفر ایک غیر مسلم شخص قضاء حاجت کے لیے بیت الخلاء گیا اور جلد ہی واپس آگیا پھر ایک دوسرا شخص گیا وہ بھی جلد واپس آگیا۔ حضرت مدنیؒ خود تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا وہاں نجاست کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ انہوں نے آستین اوپر کی اور ساری نجاست صاف کردی اور پھر آکر اس غیر مسلم شخص سے پوچھا کہ آپ بیت الخلاء نہیں گئے؟ انہوں نے کہا وہاں نجاست کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا جاؤ! اسے کسی نے صاف کردیا ہے، اب کوئی نجاست نہیں ہے۔ جن کے دلوں میں خلق خدا سے محبت کا یہ جذبہ ہو ان کے اخلاق کی

کیا تعریف کی جائے؟

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نام سے کون واقف نہ ہوگا۔ایک مرتبہ بھنگی کو اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلایا، بھنگی نے کہا حضرت لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور آپ ساتھ بٹھا کر کھانا کھلا رہے ہیں۔امیر شریعت نے جواب دیا کہ مجھ میں اور تجھ میں سوائے ایمان کے کوئی فرق نہیں ہے۔تو لوگوں کی ظاہری نجاست صاف کرتا ہے اور میں باطنی نجاست صاف کرتا ہوں۔

یہ چودہ سو سال پرانی ہستیوں کا ذکر نہیں اسی دور کے دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء کی جماعت کا ذکر ہے۔

حضرت مولانا الیاسؒ تبلیغی جماعت کے امیر دینی مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ االتحصیل تھے۔ان کے اخلاق وکردار کا یہ حال تھا کہ میوات کے جاہل مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا انہوں نے اپنے سر اٹھایا تھا۔گھر گھر جا کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے اس پر خار راستہ میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں۔اللہ تعالی نے ان کی حسن نیت و اخلاص کی وجہ سے اس جماعت کو اتنی ترقی عطا فرمائی کہ آج پورے عالم اسلام میں اتنی بڑی کوئی جماعت نہیں ہے جو دین کی خدمت کر رہی ہو۔

معاشرے میں علماء کی خدمات:

موجودہ دور کے علماء کرام جو دینی مدارس کے فارغ شدہ علماء ہیں زیادہ تر چار شعبوں میں کام کرتے ہیں

(1) درس وتدریس

(2) امامت

(3) خطابت

(4) دعوت وتبلیغ

ان کی معاشرے میں مقبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ امت کا ہر طبقہ علماء کی جماعت پر اتنا اعتماد کرتا ہے کہ اپنے ہزاروں مسائل ان علماء سے حل کرواتا ہے۔ جو صرف نماز روزہ کے مسائل نہیں ہوتے۔ بلکہ کروڑوں روپے کی جائیداد کی تقسیم، خاندانی تنازع، گھریلو مسائل، کاروباری مسائل اور اس جیسے مختلف معاملات علماء سے حل کرواتے ہیں۔ جو مسائل ہمارے یہاں دیوانی مقدمات کی نذر ہو جاتے ہیں اور حکومتی ادارے ان کو بیس بیس، پچاس پچیس سالوں میں حل نہیں کرا سکتے وہی مسائل یہ علاماء چند گھنٹوں میں حل کر دیتے ہیں۔

جو لوگ علماء پر الزام تراشی کرتے ہیں کہ یہ تشدد پسند یا دہشت گرد ہیں ان کو چاہیے کہ وہ پورے پاکستان کا

سروے کریں اور مسجد مسجد جا کر علماء کا حال معلوم کریں، تب ان کو اندازہ ہوگا کہ یہ با اخلاق علماء معاشرے میں کتنا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ میں یہ بات انتہائی ذمے داری سے کہہ رہا ہوں کہ جو دین آج ہمارے پاس محفوظ ہے وہ ان ہی دینی مدارس اور علماء کرام کی بدولت ہے اگر دینی مدارس اور علماء خدانخواستہ ختم ہوگئے تو اخلاق کی ساری قدریں ریزہ ریزہ ہوجائیں گی۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ دور میں دین دار لوگوں اور علماء کے روپ میں ایک ٹولہ موجود ہے جو دین اسلام کے ماتھے پر ایک بدنما داغ سے کم نہیں ہے۔لیکن یہ صرف موجودہ دور کی ہی افسوس ناک صورتحال نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مسلمانوں کے روپ میں ایک جماعت منافقین کے نام سے موجود رہی ہے۔جس کی طرف مفکر ملت علامہ اقبال امت کی توجہ مبذول کرا چکے ہیں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں ملی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

امت کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ علماء کرام اور دینی مدارس کے طلبہ بد خلاق، بدکردار، اور دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ دہشت گردوں، بداخلاقوں اور بدکرداروں نے علماء کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔

حق کو حق کہنے والے اور باطل کو باطل کہنے والے بداخلاق اور دہشت گرد نہیں ہوتے بلکہ باطل کو حق کا جامہ پہنانے والے، کافر طاقتوں کے سامنے جھکنے والے، قومی خزانہ لوٹنے والے، ملک میں فسادات پھیلانے والے اور اپنی سیاست چمکانے کے لیے عوام کا خون بہانے والے دہشت گرد ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کا خاتمہ اخلاق وکردار کا اعلیٰ نمونہ ہوگا نہ کہ غیروں کے اشارہ پر دینی مدارس اور علماء کو منانے کی کوشش کرنا۔ایسے لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے اور اپنے اپنے آقاؤں کو بھی یہ رپورٹ ارسال کر دینی چاہیے……

''نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن''

سعودی سفیر سے ملاقات……

حضرت شیخ الاسلام اور حضرت قائد مدارس کا مدبرانہ قدم

مولانا ڈاکٹر قاسم محمود

وحی اور حجاز مقدس کی سرزمین مملکت عربیہ سعودیہ سے آج کل کچھ ایسی خبریں آرہی ہیں کہ ہر باشعور اور دل درد مند رکھنے والا مسلمان ان خبروں سے بری طرح پریشان، مضطرب اور مضمحل ہے۔۔۔ایسی ہی خبروں میں سے ایک بہت ہی پریشان اور مایوس کن خبر دین حق کی دعوت وتبلیغ اور اصلاح خلق کی عالم گیر تحریک تبلیغی جماعت پر پابندی ہے…… بات صرف سیاسی اور انتظامی سطح پر پابندی کی ہوتی تو کچھ پریشانی کی بات نہ تھی کہ مملکت شقیقہ میں کسی بھی قسم کی نجی عوامی سرگرمی ممنوع ہے……اور ایسا معاشرے اور مملکت کے بہتر مفاد میں ایک مصلحت آمیز تدبیر کے تحت کیا گیا ہے……تاہم تبلیغی جماعت کے باب میں مایوسی اور افسوس کی بات دراصل یہ ہے کہ اس عظیم اصلاحی اور نہایت ہی پرامن جماعت پر ایسے الزامات عائد کئے گئے ہیں جو بنظر انصاف دیکھا جائے تو بے انصافی کی اخیر معلوم ہوتے ہیں……ایک ایسی جماعت جس کا ٹوٹل مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کو اسلامی اعمال اور احکامات پہ عمل پیرا ہونے کیلئے بہت ہی محبت اور نرمی سے ترغیب دینا ہے……اس پر انتہا پسندی، دہشت گردی اور اس سے بھی آگے جا کر گمرہی اور بدعتی ہونے کے الزامات لگانا……اللہ توبہ……حد ہے بھئی…… یہ ایسے الزامات ہیں جو انڈیا جیسے بد ترین اسلام دشمن ملک کی اخیر درجے کی ہندو متعصب مودی سرکار بھی نہیں لگا سکی، مگر سرزمین توحید اور مہبط وحی سے نہایت سہولت سے ان الزامات اور فرد جرم کا محضر جاری کر دیا گیا۔

سعودی عرب جس طرح پوری دنیا کے مسلمانوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے، ایسے ہی دنیا بھر کے مسلمان تبلیغی جماعت سے بھی تعلق خاطر رکھتے ہیں اور اس کے نہایت مخلصانہ کام وکاوشوں کو بہت ہی قدر اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں……ایسے میں سعودی عرب کی مقدس سرزمین سے تبلیغی جماعت پر ان سخت الزامات اور اتہامات سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں……ہمیں امید ہے کہ سرزمین مقدس سے تبلیغی جماعت کے متعلق یہ سخت محضر نامہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر جاری کیا گیا ہے…… ورنہ نہایت پرامن انداز اور بہت ہی نرمی اور محبت سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف اپنے مسلمان بھائیوں کو بلانے والی جماعت بھلا کیسے گمراہ، بدعتی اور انتہا پسند یا دہشت گرد کہلا سکتی ہے۔

پاکستان میں اس حوالے سے شدید اضطراب پایا جا رہا تھا......لوگوں کے دل چھلنی ہیں اور وہ دینی قیادت کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ مملکت عربیہ سعودیہ اور تبلیغی جماعت دونوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس معاملے میں سامنے آنے والی ناپسندیدہ صورتحال کو دور کرنے کیلئے سعودی حکومت تک عوام پاکستان کے جذبات پہنچائیں......الحمدللہ آج حضرت استاد محترم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور قائد مدارس ترجمان اہل حق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بھرپور نمائندہ وفد کے ہمراہ اسلام آباد میں سعودی عرب کے سفارت خانے میں جا کر مملکت کے سفیر عزت مآب جناب نواف بن سعید المالکی صاحب سے ملاقات کی اور اس حوالے سے اپنے تحفظات پاکستانی عوام کے دلی جذبات اور خیر خواہانہ پیغامات سے آگاہ کیا۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہم اور حضرت قائد مدارس مدظلہم کا یہ اقدام بہت ہی بروقت صائب اور پاکستان کے اہل دین کی امنگوں کے عین مطابق اور خراج تحسین کے لائق ہے......ہم امید کرتے ہیں کہ مملکت عربیہ سعودیہ اپنے سخت فیصلے اور انتہائی اقدام پر نظر ثانی کر کے اپنے خیر خواہ عامۃ المسلمین کے دل پھر سے جیتے گی......اللہ تعالیٰ سرزمین مقدس کی ہر شر اور آفت سے اور بے دینی و بے راہ روی سے حفاظت فرمائے......آمین یارب العالمین۔

(بقیہ سیالکوٹ واقعہ......ایک لمحہ فکریہ): بعض کیسز میں نچلی عدالتوں نے فیصلے بھی سنائے لیکن بالآخر ملزموں کو رہا کر کے ملک سے فرار کروا دیا گیا۔ ریمنڈ ڈیوس کیس ہمارے سامنے ہے جس نے دن دہاڑے قتل عمد کا ارتکاب کیا لیکن اسے بیرونی دباؤ پر مغرب کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح کے جو واقعات ہوئے ان سے لوگوں میں یہ تاثر پختہ ہو گیا کہ ہماری حکومتیں اور عدالتیں بیرونی دباؤ کا شکار ہو جاتی ہیں، مذہبی کیسز پر این جی اوز اور اسلام دشمن عناصر اثر انداز ہوتے ہیں اس لیے قانون کا راستہ اختیار کرنا یا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا بے سود ہے۔

حکومت اور اپوزیشن میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بدقسمتی سے مغرب کے غلام ہیں، اس لیے دانستہ طور پر بیرونی دباؤ کے نتیجے میں فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جب ذہن ہی نہ ہو کہ کسی جرم کی سزا دی جائے گی تو اس جرم کو کیسے سے روکا جا سکتا ہے؟ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ قوانین پر عملدرآمد کیا جائے، بیرونی ڈکٹیشن لینے سے گریز ہو، کسی قسم کے خارجی عوامل کیسز پر اثر انداز نہ ہوں اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ہمارے نظام عدل وانصاف پر لوگوں کا اعتماد بحال کیا جائے تب علماء کرام کی کوششیں موثر اور نتیجہ خیز ہوں گی اور عوام الناس میں یہ شعور اجاگر ہو گا کہ وہ کسی بھی صورت میں قانون ہاتھ میں لینے سے گریز کریں گے کیونکہ بہرصورت یہ ان کا کام نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزت ہمارا حامی و ناصر ہو۔

سیالکوٹ واقعہ......ایک لمحہ فکریہ

مولانا عبدالقدوس محمدی

سیالکوٹ کی ایک فیکٹری میں میں سری لنکن منیجر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ پاکستانی تاریخ کا افسوس ناک واقعہ ہے۔یادرکھیے!شان رسالت میں گستاخی یا مذہب کی توہین کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ بہت سنگین جرم ہے لیکن اس جرم کی سنگینی جتنی زیادہ ہے اتنا ہی اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے لیے دلائل وشواہد کی بھی ضرورت ہے۔شرعی اور قانونی تقاضے پورے کرنا بھی لازم ہے۔

خود ہی کسی پر گستاخی کا الزام لگانا،خود ہی مدعی،خود ہی منصف وجج اور خود ہی جلاد بن جانا کسی صورت بھی درست نہیں۔عوام الناس کی ذمہ داری اور دائرہ اختیار صرف اتنا ہے کہ وہ اس قسم کے کسی بھی واقعہ پر قانون نافذ کرنے والے اداروں سے رجوع کریں،معاملے کو عدالت کے سپرد کریں،اس کے خلاف آواز اٹھائی جاسکتی ہے،پرامن احتجاج کیا جاسکتا ہے لیکن قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

سیالکوٹ واقعہ اس لحاظ سے زیادہ سنگین ہوجاتا ہے کہ قتل ہونے والا شخص غیرملکی اور غیرمسلم تھا اسے وحشیانہ اور ناجائز طریقے سے قتل کرڈالنے اور اس کی نعش کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے دنیا بھر میں اسلام اور پاکستان کی بدنامی ہوئی۔حدیث مبارک میں ہے جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا-ایسا شخص جو ویزا لیکر،اجازت لے کر روزگار کے سلسلے میں ایک اسلامی ملک میں مقیم تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کسی طور پر بھی روا نہیں۔خود تصور کیجیے کتنے مسلمان اور پاکستانی روزگار کے سلسلے میں بیرون ملک مقیم ہیں اگر خدانخواستہ ان میں سے کسی کے ساتھ اس قسم کا بلکہ اس سے بھی معمولی درجے کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو ہمیں کتنا دکھ ہوگا؟

خوش آئند امر یہ ہے کہ اس واقعہ پر پوری پاکستانی قوم نے دکھ کا اظہار کیا،مظلوم شخص کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا،تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ، مذہبی رہنماؤں نے اس واقعہ کی پرزور مذمت کی اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے

ملک بھر کے ممتاز علمائے کرام کے اعلی سطحی وفد نے سری لنکن سفیر کے ساتھ ملاقات کر کے افسوس کا اظہار کیا اور بعدازاں میڈیا سے گفتگو کے دوران پوری پاکستانی قوم،مذہبی طبقات اور علمائے کرام کا مشترکہ موقف پیش کیا اور سری لنکا کی حکومت،عوام اور مقتول کے لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا-جیسے گزشتہ دنوں کینیڈا میں ایک پاکستانی

اور مسلمان خاندان پر کسی جنونی کے گاڑی چڑھا دینے کے واقعے کے بعد بعد وہاں کی حکومت اور رائے عامہ نے مظلوموں کی حمایت کی، نیوزی لینڈ کی مسجد میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد وہاں کی حکومت اور عوام نے دہشت گردی کی مذمت کی اسی طرح پاکستانی عوام، حکومت، علماء کرام اور ہر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد نے سیالکوٹ واقعہ کی مذمت اور نفی کی- اس واقعے کی مذمت اور نفی کے باوجود جیسے کینیڈا، نیوزی لینڈ یا کسی مذہب کی طرف انگلی نہیں اٹھائی جاتی اسی طرح اسلام اور پاکستان کو موردالزام ٹھہرانا ظلم ہے-

تاہم اس واقعہ کے بعد ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ ہم اپنے ملک اور اپنی قوم کو اس قسم کی جنونیت سے بچانے کی فکر کریں اور ملک بھر کے تمام ذمہ دار لوگ بالخصوص علمائے کرام اور مذہبی رہنما لوگوں میں شعور پیدا کرنے کے لیے اپنی اپنی سطح پر اگرچہ کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کوششوں کو مزید بڑھانے کی ضرورت ہے- تمام علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں میں اس قسم کی صورتحال کے حوالے سے شریعت کے مزاج اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شعور اجاگر کریں اور اور عوام الناس کی درست سمت کی طرف رہنمائی کریں-

موجودہ صورت حال کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ جب بھی اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو بعض حلقوں کی طرف سے انسداد توہین رسالت کے قانون اور دیگر اسلامی قوانین کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور ان قوانین کے خاتمے یا ان میں ترمیم کی بات کی جانے لگتی ہے. یاد رکھیے کہ اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لیے ان قوانین کا خاتمہ نہیں بلکہ ان قوانین کو مزید موثر و جامع بنا کر ان کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد ضروری ہے- اس وقت قوانین پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالات ہیں اگر قانون کا خاتمہ کر دیا جائے گا تو خود اندازہ کیجیے کہ کیا صورت حال ہوگی؟ لوگوں کے سامنے کوئی قانونی راستہ اور حل موجود نہیں ہوگا اور وہ دوسرے راستے تلاش کریں گے اس لیے قانون کے خاتمے کی بجائے اسے مزید موثر بنانے، اس کے نفاذ کو یقینی بنانے اور نظام عدل وانصاف پر لوگوں کا اعتماد بحال کرنے کی ضرورت ہے-

بدقسمتی سے ہمارے نظام عدل وانصاف پر لوگوں کا اعتماد نہیں رہا، خاص طور پر مذہبی معاملات میں ہمیں ہمیشہ تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا- انسداد توہین رسالت کا قانون ہو یا حدود سمیت دیگر مذہبی قوانین...... جب سے یہ قوانین بنائے گئے اس وقت سے لے کر آج تک کسی بھی قانون پر عمل درآمد نہیں ہو سکا، اور شعوری طور پر یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ جس پر بھی کوئی الزام ہے اس کو بچا لیا جائے، اس لئے نہیں کہ اس کے خلاف مکمل ثبوت موجود نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کو سزا دینے سے مغرب کے سامنے شرم آتی ہے، یہ غلامانہ ذہنیت بھی ختم کرنا ضروری ہے- کئی کیسز میں ٹھوس شواہد موجود تھے، تمام قانونی تقاضے پورے کیے گئے، (بقیہ: صفحہ نمبر: ۵۴)

ہر دینی جدوجہد کی بنیاد مدرسہ ہے

اسلام آباد/کراچی/مردان/ پشاور (5 / دسمبر 2021ء) مدارس ومساجد کو فرنگی اور انگریز نہیں ختم کر سکے تو کوئی اور کیسے کر سکتا ہے؟ ہر دینی جدوجہد کی بنیاد مدرسہ ہے اسی لیے دشمن مدارس سے خائف ہیں، مدارس ومساجد کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے، وقتی مشکلات کی پرواہ نہ کریں آخر فتح متقین اور اہل حق کی ہوگی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان دینی مدارس کا پشتیبان ہے اسے مضبوط سے مضبوط تر کر کے دین کا تحفظ یقینی بنائیں گے، 23 ہزار دینی مدارس دارالعلوم دیوبند کا فیضان ہیں ان خیالات کا اظہار مولانا فضل الرحمٰن، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ، مولانا سعید یوسف، مولانا راشد محمود سومرو، مولانا ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن، مولانا امداد اللہ یوسف زئی اور دیگر نے الجامعہ الاسلامیہ بابوزئی مردان میں سالانہ تقریب تکمیل حفظ قرآن کی عظیم الشان تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا- وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق الجامعہ الاسلامیہ سے حفظ قرآن کریم مکمل کرنے والے 250 خوش نصیبوں کو قاری عبدالروف نے آخری سبق پڑھایا، سفید لباس اور سفید عماموں میں ملبوس بچے جب پنڈال میں داخل ہوئے تو اک سماں بندھ گیا- الجامعہ الاسلامیہ کی سالانہ تقریب سے مختلف مقررین نے خطاب کرتے ہوئے دینی مدارس کے ہر قیمت پر تحفظ کرنے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے عزم کا اظہار کیا- مقررین نے کہا کہ مدارس کو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی انہیں ڈرانے دھمکانے اور کبھی لالچ دینے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن الحمد للہ اہل حق کسی قسم کے خوف اور لالچ کا شکار نہیں ہوتے، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا کہ اگرچہ وقتی طور پر اہل مدارس کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے لیکن یاد رکھیے کہ انجام کار اور آخری فتح ہمیشہ متقین اور اہل حق کی ہوتی ہے، مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ فرنگی اور انگریز جب تمام تر کوشش کے باوجود مدارس کو ختم نہیں کر سکے تو کسی اور کی کیا مجال کہ وہ مدارس کو ختم کرنے کی بات کریں، انہوں نے کہا ہر دینی سلسلے اور جدوجہد کی بنیاد مدرسہ ہے اس لئے ہم نے مدارس کا ہر قیمت پر تحفظ کرنا ہے- جامعہ اسلامیہ بابوزئی مردان کے اجتماع میں، مولانا عبیداللہ خالد، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا حسین احمد، مولانا صلاح الدین ایوبی، مولانا عبدالقدوس محمدی، سمیت دیگر علماء کرام شریک ہوئے-

مولانا افتخار اعظمی اور مولانا نعمت اللہ کی خدمات یاد رکھی جائیں گی- (قائدین وفاق المدارس)

کراچی (23 / دسمبر 2021ء) ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے بزرگ وقدیم استاد الحدیث

مولانا افتخار احمد اعظمی طویل علالت کے بعد تقریباً اسی برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق مرحوم ایک فعال اور منتظم شخصیت تھے، گزشتہ سات ماہ سے مختلف امراض میں مبتلاء تھے۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ دارالقرآن کے ذمہ دار اور حدیث کے بڑے اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا، کافی عرصہ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات میں ممتحن اعلیٰ سمیت دیگر اہم ذمہ داریاں بھی انجام دیتے رہے، مولانا افتخار احمد اعظمی کے انتقال پر قائدین وفاق المدارس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا سید سلیمان بنوری، مولانا مولانا عبید اللہ خالد، مولانا امداد اللہ یوسف زئی نے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی اور مولانا نعمت اللہ کی وفات کو اھل علم کیلئے بڑا سانحہ قرار دیا، نیز قائدین وفاق المدارس نے احباب اور اھل مدارس سے خصوصی دعاؤں کے اہتمام کی اپیل بھی کی۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری نے مزید بتایا کہ دو روز قبل جامعہ دارالعلوم کراچی کے ہی بزرگ استاد مولانا نعمت اللہ کی رحلت ہوئی، اور مولانا مرحوم بھی عرصہ سے وفاق المدارس کے نظم امتحان سے منسلک تھے۔ مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق مولانا افتخار احمد اعظمی کی نماز جنازہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے پڑھائی، بعد ازاں احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کے استاذ مولانا عبدالرزاق لدھیانوی کی رحلت اہل علم کیلئے بڑا نقصان ہے

کراچی (28/ دسمبر 2021ء) عالم اسلام کی معروف دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بزرگ وقدیم استاد مولانا عبدالرزاق لدھیانوی تقریباً دو ماہ علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق مولانا دو ماہ سے جگر اور گردہ کے عارضہ میں مبتلاء اور مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے، تقریباً تیس برس قبل بوجہ انفیکشن آپ کا ایک گردہ نکال دیا گیا تھا، آپ مثالی تقوی کے حامل مستقل مزاج عالم باعمل تھے، صبر وشکر اور تواضع کے پیکر نیک سیرت شخصیت تھے، آپ نے ساری زندگی دینی علوم وفنون کی خدمت میں گزاری، آپ کی رحلت اہل علم کیلئے بڑا سانحہ ہے۔ مولانا عبدالرزاق لدھیانوی مرحوم ہندوستان کے شہر لدھیانہ میں 1941ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں مقامی طور پر حاصل کی، دو سال کی عمر میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا، 1949ء میں مولانا کے والد علی محمد مرحوم نے دیگر اہل خانہ کے ہمراہ پاکستان ہجرت کی اور گجرنوالہ میں مستقل قیام پزیر ہوئے، وہاں مولانا لدھیانوی مرحوم نے جامعہ نصرۃ العلوم میں مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا صوفی عبدالحمید سواتی سے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں 1961ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل کی، آپ کی نماز جنازہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں ادا کی گئی۔

وفیات

مولانا عبدالرزاق لدھیانویؒ:......جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی ۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۸؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو کراچی میں انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!......آپ نے ۱۹۶۴ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں تعلیم سے فراغت پائی، اسی وقت سے جامعہ میں استاذ مقرر ہوئے اور تادم آخر اپنے استاذ حضرت امام بنوری رحمہ اللہ کے ادارے سے وفا کی۔آپ کی نماز جنازہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں ہی ادا کی گئی۔

مجاھد ختم نبوت مولانا محمد اکرم طوفانیؒ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد اکرم طوفانی ۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۶؍دسمبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار سرگودھا میں انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!......مولانا محمد اکرم طوفانی تحفظ ختم نبوت کے محاذ کے نڈر جرنیل اور بیباک رہنما تھے، آپ کی تمام عمر اکابر کی سرپرستی میں تحفظ ختم نبوت کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے گزری۔آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف کئی یادگار معرکے انجام دیے۔آپ کی نماز جنازہ عیدگاہ گراؤنڈ سرگودھا میں ادا کی گئی؛ جس میں علماء، طلبہ اور عامۃ الناس کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔

مولانا احسان احمدؒ: جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل و استاذ مولانا احسان احمد ۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۵؍دسمبر بروز ہفتہ انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!......جامعہ دارالعلوم کراچی کے تین جید استاذ یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے؛ جو دارالعلوم کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔

مولانا افتخار احمد اعظمیؒ: جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی طویل علالت کے بعد ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۳؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو کراچی میں انتقال کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!۔

حضرت مولانا افتخار احمد اعظمیؒ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔آپ ۱۹۴۲ء میں اعظم گڑھ یوپی میں پیدا ہوئے۔متعدد دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تکمیل کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی میں آ گئے۔فراغت کے بعد تقریباً ۱۸ برس جامعہ حمادیہ کراچی میں تدریس کی۔ آپ حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ حمادیہ کراچی) کے داماد، اور حضرت مولانا حکیم محمد مظہر زیدمجدہم کے ہم زلف تھے۔مولانا افتخار احمد اعظمیؒ ۱۴۱۰ھ میں بحیثیت مدرس دارالعلوم کراچی آئے، آپ یہاں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہے۔قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شغف تھا، آپ کی زبان چلتے پھرتے تلاوت قرآن سے تر رہتی۔اسی بے پناہ تعلق کی بنا پر عاشق قرآن کہلاتے تھے۔آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم کراچی میں ادا کی گئی اور دارالعلوم میں ہی تدفین ہوئی۔

مولانا مفتی ہارون مطیع اللہؒ: مدرسہ اصحاب صفہ گلشن اقبال کراچی کے مہتمم مولانا مفتی ہارون مطیع اللہ ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/۲۲؍دسمبر ۲۰۲۱ء بدھ کے روز کراچی میں انتقال کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون!۔......مولانا مفتی ہارون مطیع اللہ احرار رہنما مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل تھے۔آپ کو حضرت مولانا سید امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔کراچی میں تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں کی مکمل سرپرستی کرتے۔

مولانا نعمت اللہ چترالیؒ: جامعہ دارالعلوم کراچی کے قدیم فاضل واستاذ مولانا نعمت اللہ چترالی ۲۱؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو منگل کی شب حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کرگئے......اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا نعمت اللہ چترالیؒ درس نظامی کی تمام تعلیم دارالعلوم کراچی سے ہی حاصل کی،آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی نوراللہ مرقدہ کے خادم خاص اور کاتب رہے۔حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری فتویٰ وفات سے محض آدھ گھنٹہ قبل املاء کروایا تھا،اسے مولانا نعمت اللہ صاحب نے ہی لکھا تھا۔

آپ طلبہ میں ہردل عزیز تھے۔تمام عمر تعلیم وتدریس میں گزری۔آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم میں ہی ادا کی گئی۔

مولانا محمد یوسف اوّل: تبلیغی جماعت کے بزرگ حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند مولانا محمد یوسف اوّل ۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۱۸؍دسمبر ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ فیصل آباد میں انتقال کرگئے......اناللہ وانا الیہ راجعون!۔......آپ دارالعلوم فیصل آباد کے مہتمم تھے اور گمنامی وخاموشی کے ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔

مولانا قاضی نثار احمد الحسینیؒ: علاقہ چھچھ حضرو کے معروف عالم دین اور پیر طریقت مولانا قاضی نثار احمد الحسینی ۱۴؍دسمبر بروز منگل ۲۰۲۱ء کو انتقال کرگئے،اناللہ وانا الیہ راجعون!

آپ ۳۱؍مارچ ۱۹۶۳ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم، ناظرہ، حفظ قرآن کریم اور میٹرک کی تعلیم حضرو میں ہی حاصل کی۔درس نظامی کی اکثر کتابیں مولانا عبدالرؤف شاہ ڈھیر والوں سے پڑھیں۔۱۹۹۲ء میں جامعہ اشرفیہ سے دورہ حدیث کیا۔آپ نے تصوف وطریقت کی تربیت مولانا عبدالرؤف رحمہ اللہ سے حاصل کی اور آپ سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ان کے علاوہ بھی آپ کو مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ،مولانا نعمان احمد (بنگلہ دیش) مولانا خلیفہ غلام رسولؒ،مولانا محمد حسن عباسیؒ،مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی رحمہم اللہ سے اجازات حاصل تھیں۔آپ کی نماز جنازہ ۱۵؍دسمبر کو حضرو ڈگری کالج میں ادا کی گئی،جس میں علاقہ کے علماء اور عامۃ الناس نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

ادارہ وفاق کے تمام اکابر ومتعلقین مرحومین کی مغفرت اور ان کے لواحقین کے صبر جمیل کے لیے دعا گو ہیں۔

☆سوصفحات سے کم کتاب پرتبصرہ نہیں کیا جاتا

☆تبصرے کے لیے دوعدد کتابیں بھجوایئے

☆کتابیں مرکزی دفتر وفاق کے پتے پر ارسال کیجیے

مفتاح التجوید اردو شرح خلاصۃ التجوید

تالیف: مولانا قاری محمد یعقوب۔صفحات: ۱۰۱۔طباعت مناسب، قیمت: لکھی نہیں۔ ملنے کا پتا: مکتبۃ الدرویش جامعہ دارالعلوم درویش مسجد، صدر پشاور۔رابطہ نمبر 0334-55003770

خلاصۃ التجوید شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، اور دینی مدارس کے نصاب تجوید میں داخل ہے، مفتاح التجوید کے مولف جناب قاری محمد یعقوب صاحب ''عرض مولف'' میں لکھتے ہیں:

''خلاصۃ التجوید کی اردو نہایت سہل وآسان ہے۔اختصار وجامعیت سوالاً جواباً فن تجوید کی ضروریات پر مشتمل ہے اوراس وجہ سے وفاق المدارس العربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔اس کے سہل وآسان ہونے کی وجہ سے کسی حاشیہ و شرح کی ضرورت نہیں تھی، مگر بنات کے بار بار تقاضے کے پیش نظر چند اوراق تحریر کرنے پر پہل کی گئی ہے اوران حواشی وتوضیحات کا نام ''مفتاح التجوید شرح خلاصۃ التجوید'' تجویز کیا گیا ہے''۔

جناب قاری یعقوب صاحب ماہر فن استاذ ہیں، انہوں نے طلبہ و طالبات کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب توضیح وتشریح کی ہے اور یہ رسالہ مفید وکارآمد ہوگیا ہے۔

معلم العربیہ

تالیف: ابوخزیمہ حق نواز سعید الاتکی۔صفحات: 136۔طباعت: مناسب ملنے کا پتا: مکتبہ محمودیہ۔ رابطہ نمبر 0315-0550958

عربی سیکھنے کے لیے ابتدائی درجات کے طلبہ کے لیے بہترین کتاب ہے، سوال و جواب کے انداز میں عربی مکالمات دیے گئے ہیں اور اس میں روز مرہ کی گفتگو کو پیش نظر رکھا گیا ہے، الحمدللہ ہمارے ہاں عربی تعلیم وتکلم کا رجحان بڑھ رہا ہے اس سلسلے میں یہ کتاب بہت معاون رہے گی۔

تہذیب السراجی

تالیف: ابو طاہر محمد بن محمد بن عبدالرشید سجاوندی۔تہذیب جدید، مولانا محمد فاروق حسن زئی، صفحات: 168،

طباعت: عمدہ، دوکلر۔ ملنے کا پتا: مکتبۃ الحماد بنوری ٹاؤن کراچی۔ رابطہ نمبر 0334-3455955

علم وراثت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ اسے نصف علم کہا گیا ہے۔ علمائے امت نے اس موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، انہی میں ایک کتاب ''سراجی'' یا ''الفرائض السراجیہ'' ہے۔ اسے فرائض سجاوندی بھی کہا جاتا ہے۔ محقق مصنف کی تحقیق وجستجو اور ان کے معجزانہ قلم نے اب تک اس کی نظیر پیش کرنے سے اہل علم کو عاجز کررکھا ہے۔ اس کتاب کے متعدد زبانوں میں درجنوں ترجمے اور شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ مولانا محمد فاروق حسن زئی جید استاذ ہیں، علم الفرائض پر ان کی گہری نگاہ اور دسترس ہے، انہوں نے تہذیب السراجی کی عربی شرح بایں طور کی ہے کہ پہلے متن دیا ہے پھر متن کی عربی میں تشریح وتوضیح کی ہے، اور تمام مسائل کو اشکال سے ہی واضح کیا ہے، سراجی کے طلبہ کے لیے یہ ایک بہترین تحفہ ہے۔

گلدستہ حسّان (مجموعہ حمد ونعت)

شاعر: مولانا اصغر علی۔ صفحات: 224۔ طباعت: مناسب۔ ملنے کا پتا: الشہباز پبلی کیشنز ملٹری اکاؤنٹس سوسائٹی لاہور۔ 0333-8534562

حمد ونعت اسلامی ادب کا ایک زندہ پہلو ہے۔ انسانی طبائع کو جہاں وعظ وتقریر مرغوب ہوتی ہیں وہیں حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی دلوں کو نرم کرنے، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو زندہ وتازہ کرنے میں مدد دیتا ہے، مولانا اصغر علی صاحب نعت گو ہیں، علم عروض پر ان کی خوب دسترس ہے۔ زیر نظر مجموعہ ان کے نعتیہ اور حمدیہ کلام پر مشتمل ہے۔ اہل دل اس کتاب سے خوب استفادہ کرسکتے ہیں۔

علماء کے لیے سال لگانے کی ترتیب

تالیف: مولوی نصیر الدین چکیسری۔ صفحات: 192۔ ملنے کا پتا: مکتبہ فریدیہ، تبلیغی مرکز رائے ونڈ۔ رابطہ نمبر 03469258701

الحمدللہ تبلیغی جماعت کا کام روز افزوں ہے۔ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں جہاں عامۃ الناس کی بڑی تعداد فی سبیل اللہ نکلتی ہے وہیں علماء خصوصا نئے فضلاء بھی تبلیغ میں سال لگانے کے لیے نکلتے ہیں، زیر نظر کتاب جناب مولانا نصیر الدین چکیسری کی ہے، انہوں نے مدرسہ کی ضابطہ کی تعلیم ختم کی تو ایک سال کے لیے تبلیغ میں نکل گئے۔ اس دوران جو تجربات ومشاہدات ہوتے رہے انہیں تحریر میں لاتے رہے۔ زیر نظر کتاب انہی تجربات ومشاہدات اور اکابر تبلیغ کی ہدایات کا مجموعہ ہے، جو اس راہ میں چلنے والے علماء کے لیے بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کی حسین یادیں

مصنف: مولانا سید محمد زین العابدین۔ صفحات: 216۔ ملنے کا پتا: مکتبۃ الایمان، کراچی،

رابطہ نمبر 0332-3552382

مولانا سید زین العابدین جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، شخصیات کے حوالے سے انہوں نے کافی معتبر کام کیا ہے، زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات، صفات و کمالات کے تذکرے کے لیے کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔ فاضل مصنف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں ان کی تحریرات و بیانات پر مشتمل متعدد مجموعے ترتیب دیے، یہ کتاب بھی گویا ان پر قرض تھا جو انہوں نے بخوبی ادا کر دیا ہے۔ اسے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے سلسلے میں نقش اول قرار دیا جاسکتا ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء و متعلقین کے لیے یہ کتاب ایک بہترین تحفہ ہے۔

عقبیٰ کے مسافر

تالیف: مولانا سید زین العابدین۔ صفحات: 355۔ طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: المنہل، بلاک A-1 گلستان جوہر کراچی۔ رابطہ نمبر 03212000870

مولانا سید زین العابدین خوب آدمی ہیں، روزمرہ کے امور نمٹانے کے ساتھ ساتھ قرطاس و قلم سے بھی رشتہ جوڑے رکھتے ہیں، اور دو چار مہینے بعد ان کی کوئی نہ کوئی کتاب منظر عام آجاتی ہے۔ ''عقبیٰ کے مسافر''، تقریباً اسّی شخصیات کے ذکر خیر کا مجموعہ ہے۔ ان شخصیات میں سید عثمان رضی اللہ عنہ سے لے کر بھائی جنید جمشید شہید تک کئی نام شامل ہیں۔ بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مولانا محمد طاسین، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید، مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہم اللہ جیسے بڑے نام شامل ہیں، شائستہ و شستہ اسلوب میں لکھی گئی تحریریں مذکور شخصیات کے مبارک سراپے کو دلوں میں جاگزیں کر دیتی ہیں۔

☆......☆......☆

اشتہار